کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

《 إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَطْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ 》 قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: 《 يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ 》

[صحيح البخاری، رقم: ۵۹۷۳۔ صحيح مسلم، رقم: ۹۰]

''بے شک کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی (لعن طعن) دے۔'' حاضرین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی شخص کیسے اپنے ماں باپ کو گالی (لعن طعن) دیتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ ''وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دے، کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے اور وہ شخص پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو اس طرح وہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنتا ہے۔)''

مسواک کی اہمیت وفضیلت ❷

مسواک لازمی کرنا چاہیے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

《عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَإِنَّهُ مَطْيَبَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ》[صحیح الترغیب البانی، رقم: ٢١٠] ''مسواک کو لازم پکڑو بے شک یہ منہ کو پاکیزہ بناتی ہے رب کو راضی کرتی ہے۔'' اس حدیث کے اندر نبی کریم ﷺ نے مسواک کو لازم پکڑو سے مراد ہمیشہ مسواک کرتے رہنا چاہیے فرمایا ہے کیوں کہ منہ کی صفائی اللہ کو راضی کرنے کا سبب بھی ہے۔

قرآن پڑھنے سے پہلے مسواک کرنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھیں مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

《إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَسَوَّكَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَامَ الْمَلَكُ خَلْفَهُ فَيَسْتَمِعُ لِقِرَاءَتِهِ فَيَدْنُوْ مِنْهُ حَتّٰى يَضَعُ فَاهُ عَلٰى فِيْهِ فَمَا يَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا صَارَ فِيْ جَوْفِ الْمَلَكِ فَطَهِّرُوْا أَفْوَاهَكُمْ لِلْقُرْآنِ》

[صحیح الترغیب البانی، رقم: ٢١٥] ''یقیناً بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر کھڑا ہوتا ہے نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتہ کھڑا ہو جاتا ہے اس کی قراءت سنتا ہے اور اس کے قریب ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے حتی کہ وہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے پھر قرآن کا جو حصہ بھی اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتے کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کے لیے (مسواک) کے ذریعے اپنے منہ کو پاک کرو۔''

مسواک کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

《كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ》[صحیح البخاری، رقم: ٢٤٥۔ مسلم، رقم: ٢٥٥] ''نبی ﷺ جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے ملتے۔''

روزہ دار بھی مسواک کر سکتا ہے: روزے کی حالت میں آپ ﷺ کا مسواک کرنا سنداً اگرچہ اس میں ضعف ہے لیکن مسواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزے دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات میں بھی مسواک کر سکتا ہے مگر کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ روزہ دار مسواک نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام مسواک روزے کی حالت میں بھی کرتے تھے۔ [مزید دیکھیں، ارواء الغلیل: ١/١٠٦]

کون سے درخت کی مسواک افضل ہے: مسواک کسی بھی درخت کی نرم لکڑی سے کی جا سکتی ہے۔ لیکن پیلو کے درخت سے کرنا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

《أَنَّهُ كَانَ يَجْتَنِيْ سِوَاكًا مِنَ الْأَرَاكِ للنبی ﷺ》[مسند احمد: ١/ ٤٢٠۔ ارواء الغلیل البانی، رقم: ٦٥]

''بے شک وہ نبی کریم ﷺ کے لیے پیلو کے مسواک چنا کرتے تھے۔''

[عبدالرحیم بلتستانی]

فہرست

والدین سے حسن سلوک

﴿ وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ۝ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ۝ ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴]

''اور آپ کے ربّ نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر ہی جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے مجھے رحمت اور شفقت سے بچپن میں پالا تھا۔''

عمر اور رزق میں کشادگی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ 》 [مسند احمد: ۳/ ۲۲۹، رقم الحديث: ۱۳۴۳۴]

''جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، اور اس کے رزق میں کشادگی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور صلہ رحمی کیا کرے۔''

والدین کی بخشش کے لیے دعا

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ۔ [ابراھیم: ۴۱]

''اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے۔''

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ ۔ [نوح: ۲۸]

''اے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔''

نوٹ: ہر آیت میں رب ارحمھما سے صغیرا تک، یہ بھی اپنے والدین کے لیے دعا کرتے ہوئے پڑھنا چاہیے۔

حسنات اور ثمرات

اداریہ — حافظ احمد شاکر

قرآن وحدیث کی تعلیمات نے ہمیں بتلایا ہے کہ گناہ صغیرہ بھی ہیں اور کبیرہ بھی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان رحیمی اور نبی ﷺ کی صفت رحمۃ اللعالمین کے سبب حقوق اللہ کے زمرہ میں آنے والے اکثر صغائر کو چھوٹے چھوٹے اعمال صالحہ...... وضو کرنا، جماعت کے لیے چل کر جانا، درود شریف پڑھنا، ہر جمعۃ المبارک کو سورۃ الکہف کی تلاوت وغیرہ...... کی برکت سے معاف فرما دینے کی بشارت دی ہے۔ کبائر کی معافی اگر توبہ کی نعمت، یعنی سچی توبہ کی مل جائے تو وہ ذات رحیم وکریم ''یبدل اللہ سیاتھم حسنات'' یعنی ہر قسم کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کرنے پر قادر ہے، کتاب حکیم ومبین اس کی بشارت دیتی ہے، سوائے والدین کی ناراضی کے کہ والدین سے جب تک معافی نہ مانگی جائے اور وہ دنیاوی ہوش وحواس کے ساتھ اس کو معاف نہ کر دیں تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نہ صرف اس کو معاف نہ کر کے آخرت میں سزا دیتا ہے بلکہ والدین سے سلوک کا دنیا میں ہی بدلہ بھی یقیناً دیتا ہے۔ لیکن اکبر الکبائر شرک، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے کسی درجہ میں اس کی کسی مخلوق کو شریک کرنا، کو بغیر توبہ اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد کے مطابق ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔

ہمارے علم کے مطابق المملکۃ العربیۃ السعودیہ دنیا میں واحد ایک ایسی مملکت ہے جو اکبر الکبائر سے پاک ہے۔ وہ مسلم امہ کی عقیدہ وعقیدت اور قلب ونگاہ کے منبع ومرکز ہونے کی وجہ سے غایت درجہ تقدس کی حامل ہی نہیں ہمارے نزدیک اس مملکہ کی عظمت وبڑائی کی ایک وجہ روئے زمین پر اس قطعہ ارض کا اکبر الکبائر سے پاک ہونا بھی ہے۔ اور یہی وجہ اس سے ہماری محبت وعقیدت کی ہے۔ مملکہ کی اس خصوصیت کی وجہ اس مملکہ میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا اپنے اصلی معانی میں عملی نفاذ ہے۔ جس کا سہرا علمی طور پر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے سر ہے اور بتوفیق الٰہی عملی نفاذ کی سعادت سے آل سعود حفظہم اللہ خصوصاً ملک عبدالعزیز السعود رحمہ اللہ بہرہ ور ہوئے۔ **غفرلھم اللہ ذنوبھم ورفعھم اللہ درجاتھم**

ملک عبدالعزیز کو من جانب اللہ شیخ الاسلام کی راہ نمائی کے ساتھ ساتھ اگر جرأت ایمانی، نور بصیرت، عدل، تدبر ودانائی اور غیر اسلامی افعال واعمال کے خلاف توفیق جہاد عطا نہ ہوتی تو یہ خطہ زمین اس حد تک امن کا گہوارہ نہ ہوتا کہ جس میں آبادی کے تناسب سے دنیا بھر میں جرائم کم ہوتے ہوں۔ کیوں کہ آلِ سعود کو اللہ تعالیٰ نے درج آیت پر ایمان، اس کا ادراک وشعور بخشا جس پر وہ امکان بھر عمل کر گزرے۔ سورہ نور کی آیت نمبر ۵۵ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور: ۵۵]

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا اُس سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کے لیے پسند کیا ہے مستحکم وپائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔''

چشم عالم اس بات کی شاہد ہے کہ آلِ سعود نے جب آلِ شیخ کی راہ نمائی میں مملکہ میں قرآن وسنت کے قانون کو عملاً نافذ کیا تو ان کے پہاڑوں

سے سونا نکلنے لگا اوران کی زمین...... دورحاضر کا سونا...... تیل اگلنے لگی جو برکت تھی امر بالمعروف یعنی حکماً اقامۃ صلاۃ وادائے زکوۃ کی، بالقوہ نہی عن المنکر اوراسلام کی حدود وتعزیرات کے سرعام عملی نفاذ کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آل سعود کو یہ توفیق بھی دی کہ انھوں نے اس دولت وثروت سے حرمین شریفین کی خدمت وصیانت اس کے زائرین کی بہتر سے بہتر طریق کے ساتھ حفاظت وضیافت، امکان بھر مملکہ کے ہر شہری کے حقوق کی ادائیگی کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی دینی تربیت...... مساجد، دروس، دینی تعلیم، اور دینی کتب کے ساتھ ......۔اس سے بھی آگے آلِ سعود نے بلا امتیاز مذہب وملت دنیا بھر کے انسانوں کی ہر ممکن خدمت سعادت جانتے ہوئے سرانجام دی۔ دنیا بھر میں انسانیت نے جہاں پکارا آل سعود ان کی ایک پکار پر پہنچے اور انسانیت کی خدمت سے بہرہ ور ہوئے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین

....

آل سعود کی دینی...... حرمین شریفین کی وسعت، حفاظت وصیانت حجاج کے آرام وسہولت کی...... خدمات کے علاوہ فلاحی خدمات میں مملکہ میں تعمیرات کی وسعت، جو دنیا بھر میں ایک بنیادی ضرورت بن رہی ہے، مملکۃ کی بہت بڑی خدمت ہے۔ خصوصاً حرم نبوی ﷺ کے سامنے اور اب دائیں جانب تعمیر ہوتی ہوئی نئی عمارتیں اور اب حرم مکی میں باب ملک فہد کی تعمیر کے بعد شرکہ مکہ، ایلاف اور التوحید کانٹی نینٹل کی عمارتوں کی تعمیر سے حرم نبوی کے گرد ونواح کے حسن میں بہت اضافہ ہوا۔ اب چند سالوں سے ''مشروع وقف ملک عبدالعزیز کی خوب صورت اور دیوہیکل بلڈنگ اور اجیاد کی طرف عظیم وو قیع عمارتیں بھی جوار حرم کے جمال میں غیر معمولی اضافے کا سبب بنیں۔ اب جبل عمر کی جگہ اور شارع ابراہیم خلیل علیہ السلام پر بڑی بڑی عمارتوں کی تعمیر نو شروع ہے اور شارع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، چھتہ بازار اور غزہ کی جانب حرم کی وسعت پذیری آل سعود کی حرم مکی سے محبت اور حجاج کی خدمت کا یقیناً مظہر ہیں۔ **تقبل اللہ جھودھم ومساعیھم مشکورا**

....

دنیا جانتی ہے، ہم خود بھی اور حکومت سعودیہ بھی جانتی ہے کہ زائرین حرم میں...... مملکۃ کی زبان میں جنوب ایشیا کی...... بہت بڑی تعداد پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش کے زائرین کی ہوتی ہے جن کی اکثریت صحت وعمر کے لحاظ سے بڑھاپے کی طرف رواں دواں ہوتی ہے یہ طبقہ مالی لحاظ سے بھی عموماً عمر بھر کا اندوختہ لے کر آتا ہے جو مہنگائی کی عالمی لہر کی وجہ سے اب دن بہ دن ناکافی ثابت ہوتا جا رہا ہے۔ مہنگائی کا ہی نام لے کر حکومت پاکستان ہر سال اخراجات حج میں دن بہ دن اضافہ کرتی رہتی ہے۔ حکومتی انتظام میں جانے والے حجاج کو سہولتیں خصوصاً قرب حرم کی رہائش، عموماً مہیا نہیں کی جاتیں، اور پرائیویٹ ادارے حکومت پاکستان سے نقد ملنے والی خطیر رقم بھی اینٹھ لیتے ہیں، اس کو واپس نہیں کرتے اور ہزاروں روپے مزید اضافی وصول کرتے ہیں جس کا سبب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حرم کے قریب اور باسہولت رہائشیں بہت گراں ہوگئی ہیں۔

مذکورہ بالا گزارشات اور تفصیلات اس لیے پیش کی گئی ہیں کہ آل سعود حفظھم اللہ تعالیٰ بلاشبہ دنیا بھر کے انسانوں پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً لوجہ اللہ لاکھوں ریال خرچ کرتی اوران کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ کیا آلِ سعود اپنے منصوبہ جات میں کوئی ایسا منصوبہ زیرغور لاسکتی ہے جس سے ضعیف حجاج اور مالی طور پر کمزور حجاج کو حرم مکی اور حرم نبوی ﷺ کے قریب رہائشیں مل سکیں؟ اگر کسی خاص پیکج کے تحت ان کو کھانا...... جو عوام میں بے دریغ اور بے بہا تقسیم کیا جاتا ہے...... بھی سستے داموں مل جائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا یا مشروع ملک عبدالعزیز کا کچھ حصہ موسم حج میں وقف ہی کی نیت سے بلا معاوضہ کام میں لایا جائے، یا پھر حکومت سعودیہ جنوب ایشیاء کی حکومتوں کو مشروع ملک عبدالعزیز میں رہائشیں خاص رعایت کے ساتھ دے جس کے ثمرات حجاج تک یقیناً پہنچ سکیں۔ اس سے ضعفاء وغرباء حجاج کو قرب حرم میں باسہولت رہائشیں مل جائیں تو یہ بھی امت مسلمہ کے...... شرعی مفہوم کے مطابق...... مساکین پر احسان ہی ہوگا، ہمیں امید ہے کہ اس سے آل سعود کی حسنات میں بے حد وحساب اضافہ ہو جائے گا۔

ادعیہ ماثورہ

سورۃ فاتحہ ایک عظیم المرتبت دُعا

مولانا محمد اسحاق حقانی (جامعہ اہل حدیث مسجد قدس، لاہور)

قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پکارنے کا حکم دیا اور پکارنے کا طریقہ بھی بتا دیا اور نبی رحمت ﷺ نے بھی امت کو دعا کا طریقہ سکھلایا، جس میں توحید، لغت عربی اور امت کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھا۔

اس لیے کتاب وسنت کی دعاؤں کو چھوڑ کر خود ساختہ دعائیں شیطان کو خوش کرنا ہے۔

امام قرطبی ؒ کہتے ہیں کہ انسان کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے ان کی امتوں کو پکارنے کا طریقہ بتایا۔

امام ابن تیمیہ ؒ کا قول ہے کہ لوگوں کو شرعی دعاؤں کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔ ان سے بڑھ کر کوئی چیز بہتر اور افضل نہیں اور یہی انعام یافتہ لوگوں کی سیدھی راہ ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ابن ابی عمران اور امام مالک ؒ نے اللہ تعالیٰ کو سیدی کہنے کے بجائے یا ربّ، یا ربّ کہنے کو ترجیح دی۔ کیوں کہ یہ انبیائے کرام کا طریقہ ہے۔

عظیم اور جامع دعاؤں میں سورۃ فاتحہ ہے جس سے کتاب اللہ کا آغاز ہو رہا ہے، جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے نازل ہوئی۔ عقائد، عبادات اور اخلاق کے ہر پہلو کو واضح کیا۔ اس کے اپنانے میں دین و دنیا کی درستگی اور کامیابی ہے۔ یہ کتاب علم بھی ہے جس سے گمراہی اور جہالت چھٹتی ہے، اور کتاب تربیت بھی، جس سے اخلاق واعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یہ کتاب (قرآن) سیدھا راستہ بتاتی ہے اور صالح عمل کرنے والے مومنوں کو بشارت سناتی ہے۔ [بنی اسرائیل]

اس دعا (فاتحہ) کو نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ دعا بہت عظمت والی بابرکت اور نفع مند ہے۔ ترمذی میں ہے کہ افضل دعا الحمد للہ ہے۔

امام ابن تیمیہ ؒ نے کہا کہ اس میں سوال ہدایت کی دعا ایسی ہے جس سے اطاعت الٰہی نصیب ہوتی ہے اور نافرمانی سے بچاؤ ہوتا ہے۔ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے کھانے پینے سے بڑھ کر اس کو ہدایت کی ضرورت ہے اور زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی کا محتاج ہے۔ اس سے ان لوگوں کا اعتراض بھی دور ہو گیا جو کہتے ہیں سوال ہدایت سے مراد ثابت قدمی ہے، یا مزید ہدایت کا سوال اس لیے کہ بندہ ہر لحظہ محتاج ہے کہ اپنے ربّ سے تمام معاملات میں ہر روز ہدایت طلب کرے۔ کسی معاملے کا صرف علم ہی کافی نہیں اگر عمل کی توفیق نہ ملے۔ کیوں کہ وہ باعث وبال ہوگا۔ اگر عمل کے لیے صحیح ارادے کا قصد نہ کرے۔ آج ہم کتنی بار اس عظیم دعا کو اپنی نمازوں میں رسم کے طور پر دہراتے ہیں بغیر سمجھے اس کو زبان سے دہراتے ہیں جب کہ یہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے بندوں کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔

امام محمد بن عبدالوہاب ؒ لکھتے ہیں کہ بندہ اس پر غور کرے تو اس کے دو حصے ہیں: ایک حصہ میں اللہ کا حق اور صفت کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں بندہ اپنے اور مسلمانوں کے لیے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بندے کے خلوص کے مطابق اس کو قبول کرتا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اس کے معانی کو سمجھ کر دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے ہر رکعت نماز میں دعا کریں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی۔ جب بندہ ﴿الحمد لله ربّ

العالمین ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے نے میری تعریف کی۔ جب ﴿ الرحمن الرحیم ﴾ کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ بندے نے میری ثناء کی۔ جب ﴿ مالك یوم الدین ﴾ کہا تو فرمایا بندہ میری عظمت کا اقرار کررہا ہے، اور اپنا معاملہ میرے سپرد کررہا ہے۔ جب کہتا ہے ﴿ ایاك نعبد و ایاك نستعین ﴾ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور بندے کے درمیان معاملہ ہے۔ جب کہتا ہے ﴿ اھدنا الصراط المستقیم ﴾ فرمایا کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور جو مانگ رہا ہے وہ اس کے لیے ہے۔

اس سورہ کریمہ کی سات آیات ہیں۔ جن میں پہلے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر ہے پھر بندہ کا اپنی قوت وصلاحیت کے بجائے مالک کے سامنے عاجزی کا اظہار ہے۔ پھر اس سے صراطِ مستقیم کا سوال ہے جو کہ دین برحق اور انبیاء کا راستہ ہے۔ جس پر چل کر پل صراط سے گزرتے ہوئے جنت کو جانا ہے۔

اس لیے ہر مسلمان نمازی کو چاہیے کہ اپنے ربّ کے ساتھ مناجات کے مفہوم کو سمجھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پر تدبر اور غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ اور نماز میں خشوع کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ خشوع وخضوع کلامِ الٰہی کو جانے بغیر کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم وعقل کی وجہ سے تمام حیوانوں پر فوقیت دی ہے۔

امام ابن جوزی ﷫ کہتے ہیں کہ قراء ابلیس کے فریب میں آ کر قراءۃ سبعہ عشرہ میں ہی مشغول ہوگئے اور قرآن کے فرائض وواجبات سے غافل ہوگئے۔ اگر یہ لوگ غور کریں تو ان کو پتا چلے کہ مقصود تلاوت صحت ادائیگی کے ساتھ فہم وعمل ہے۔ اعمال واخلاق کی اصلاح اور فکر آخرت ہے۔

امام حسن بصری ﷫ فرماتے ہیں کہ قرآن عمل کے لیے آیا ہے مگر لوگوں نے محض تلاوت کو ہی عمل خیال کرلیا۔

علامہ ابن کثیر ﷫ کا کہنا ہے قرآن کا ترک یہ ہے کہ اس پر ایمان نہ لایا جائے اور نہ اس کے احکام کی پروا۔ قرآن کو چھوڑ کر شعر وشاعری، قول واقوال، راگ وترنم میں عمر گنوادی جائے۔ اس لیے ہر مرد وعورت کو طاقت وہمت کے مطابق قرآن پہ غور وفکر کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کردیا۔ کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟ تو ہمیں اس سورہ (دعا) پر غور کرنا چاہیے۔

اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے ہورہی ہے تاکہ ہم اس سے مدد طلب کریں۔ عربی کلام کے لحاظ سے با حرف جار اسم مجرور یا تو فعل مقدر کے ساتھ متعلق ہوتا یا اسم کے۔ جیسا کہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o یا، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ۔

اللہ جو تمام صفات کمال رکھنے والا اور مخلوق کے لیے معبود برحق، الرحمٰن الرحیم، جس کی رحمت بے بہا اور ہمیشہ کے لیے دنیا میں سب مخلوق پر اور آخرت میں مومنوں کے لیے خاص ہے۔

امام ابن جریر کہتے ہیں: حمد کا معنی خالص اللہ تعالیٰ کا شکران بے بہا نعمتوں پر جو اس نے اپنے بندوں پر کی ہیں۔ پھر ان کو ادائیگی شکر کے لیے دل وزبان عطا کی، اور پھر ان کو آگاہ فرمایا کہ اگر تم ان اعضاء کو شکر میں استعمال کرو تو ہیشگی کے گھر (جنت) کے حق دار ہوجاؤ گے۔ پھر کیوں کر ہم غافل رہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ اس کی ابتدا اپنی تعریف سے کرتے ہوئے بندوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ تم بھی اس کی تعریف کرو۔ گویا کہ تم یہ کہہ رہے ہو کہ تمام اسمائے حسنٰی اور بلند صفات اللہ ہی کے لیے ہیں۔

ابن ماجہ میں حضرت انس ﷜ سے روایت ہے اگر تمام تر دنیا کسی کے ہاتھ آجائے پھر وہ الحمد للہ پکارے تو یہ اس دنیا سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ امام قرطبی ﷫ ذکر کرتے ہیں کہ دنیا فانی ہے مگر حمد کا اجر وثواب باقی رہنے والا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴾ [الکھف: ٤٦]

''مال واولاد دنیوی زندگی کی زینت ہے جب کہ نیک باقی رہنے والے اعمال کا تیرے پروردگار کے ہاں بہتر بدلہ اور

اچھی امید ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ ایک بندے نے کہا

يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ ۔

تو فرشتے حیران ہوئے کہ ان کا کیا ثواب لکھیں۔ پروردگار سے عرض کی تو فرمایا کہ ان کلمات کو ایسے ہی لکھ دو۔ جب یہ میرے پاس آئے گا تو پھر میں خود ہی اس کو اس کی جزا عطا کروں گا۔

حمد دو قسم کی ہے: ایک انعام کے بعد جس کو شکر کہتے ہیں۔

دوسری وہ جو اپنے کمالات کی وجہ سے حق دار ہے۔ مخلوق کے احسان کے بدلہ میں جو شکر ادا کیا جاتا ہے وہ بھی خالق کی طرف سے ہے۔

حمد کے مقابلے میں دم ہے، حمد تعریف والے کے کمالات کا بیان ہے۔ جس کے ساتھ اس کی دل میں محبت بھی ہوتی ہے یہی عبادت ہے۔ جمعہ عید کے خطبوں میں الحمدللہ سے ابتدا کی جاتی ہے۔

﴿ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ جہاں کا مربی۔ ان کو پیدا کرنے کے بعد عظیم نعمتوں سے نوازا، جن پر ان کی زندگی کی بقا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ﴾

ایک تربیت عامہ ہے، جو تمام مخلوق کی زندگی کے لیے رزق کی رہنمائی۔ دوسری تربیت خاص، جو اہل ایمان کو نیکی کرنے کی توفیق اور اس راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنا۔ تاکہ ان کا اپنے ربّ سے تعلق قائم ہو جائے۔

﴿ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ جزا کے دن کا مالک

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: مالک ملک سے ہے۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴾

زمین اور اہل زمین کے ہم ہی وارث ہیں اور سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

﴿ مَلِكِ النَّاسِ ﴾ جو لوگوں کا مالک ہے۔

﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ آج کس کی بادشاہت ہے؟

یوم جزا کے مالک ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس دن کوئی ملکیت کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ اور اس کی اجازت کے بغیر کلام بھی نہیں کر سکے گا۔

﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾

وہ دن اعمال کے حساب اور جزا کا دن ہوگا۔ اس کا یقین رکھنا اسلامی عقائد میں سے ہے۔ اس کا انکار کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

﴿ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ اس دن تمام مخلوق کے اختیار ختم ہو جائیں گے۔ بادشاہ کیا، رعایا، آقا وغلام سب اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے منتظر ہوں گے۔

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

عبادت ہر اس ظاہری باطنی قول وفعل کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے اور اس میں نہایت عاجزی واطاعت پائی جائے، اور غیر کی عبادت سے انکار کیا جائے۔

﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ خاص تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

تیری اطاعت اور اپنے معاملات میں، اور یہی سعادت ابدی کا ذریعہ ہے اور ہر قسم کے شر سے بچنے کا راستہ۔ اس میں شرک سے بے زاری اور اپنی قوت سے لاتعلقی کا اعلان ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں غیب سے حاضر کے صیغہ کا ذکر اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے بندہ جب ربّ کا قرب حاصل کرتا ہے تو حاضری کا تصور کر کے ایاک سے مخاطب ہوتا ہے اور پھر نعبد لفظ جمع کے ساتھ اپنے اور بھائی مسلمانوں کی طرف سے درخواست کرتا ہے کہ مقام عظمت میں میں اکیلا نہیں کھڑا ہو سکتا بلکہ اپنے بھائیوں کو بھی شریک کرتا ہوں۔ پھر عبادت وہی ہوگی جو رسول کے طریقہ پر حصول رضائے الٰہی کے لیے ہو۔

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ ہمیں سیدھی راہ نصیب فرما۔

ہدایت کا معنی ہوتا ہے رہنمائی اور منزل مقصود تک پہنچانا۔

کبھی اس کا استعمال بغیر حرف کے ہوتا ہے جیسا یہاں ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی ہوتا ہے ہمارے دل میں سیدھی راہ کا تصور ڈال

دے۔ہمیں توفیق ورہنمائی دے اور اس پر قائم رکھ۔

اسی طرح ﴿ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ دونوں راہ دکھادیے۔

بعض دفعہ اس کا ذکر الیٰ کے ساتھ ہوتا ہے:

﴿ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴾ [الصفت]

''ان کو جہنم کی راہ پہ ڈال دو۔''

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾

''آپ ﷺ ان کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔''

اس وقت معنی ہوتا ہے رہنمائی کرنا،کبھی اس کا استعمال لام کے ساتھ ہوتا ہے۔

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا ﴾

''سب تعریف اس ذات کی جس نے ہمیں اس کی توفیق دی اور لائق بنایا۔''

اس وقت معنی ہوتا ہے منزل تک پہنچانا۔﴿ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴾

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صراطِ مستقیم کے لیے پانچ چیزیں ہیں:

① ......منزل تک لے جانے والا راستہ

② ......کم فاصلے والا

③ ......وسیع

④ ......مقصود ہو

⑤ ......کسی کے لیے رکاوٹ ہو

صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے ذریعے بندوں کے لیے واضح کیا۔ اب ہمارے پاس کلمہ شہادت کی صورت میں موجود ہے۔ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرپور ہوں اور ہماری کاوشیں اس کی رضا کے لیے ہوں۔اس پر استقامت اختیار کریں تا کہ میدان محشر میں جہنم کے پل صراط سے گزر کر جنت کا داخلہ نصیب ہوجائے۔

﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾

غضب یافتہ اور گمراہ لوگوں کی راہ نہ ہو۔جنھوں نے حق کو دیکھ کر اعراض کرلیا،یا بے علمی کی وجہ سے حیران وسرگرداں ہیں۔اور راستہ سے بھٹک گئے۔کتب سیرت میں ہے کہ زید بن عمر بن نفیل دین حق کی تلاش میں شام کے علاقہ میں گئے تو یہود نے ان کو کہا کہ ہمارے دین میں داخل ہونے کے لیے غضب الٰہی کا حصہ لینا ہوگا،اور عیسائی کہنے لگے مسیحیت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے بعد داخلہ ہوسکتا ہے۔کہا کہ میں ان چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں اور دین فطرت پر قائم رہے۔

سورۃ فاتحہ سے اسباق:

① ......اللہ کی الوہیت وربوبیت کا بیان

② ......اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ذکر

③ ......اس کی خاص صفت رحمت کا بیان

④ ......کلام الٰہی کا ذکر

⑤ ......فرق باطلہ کا ردّ جو صفات الٰہی کے منکر یا تاویل کرنے والے ہیں۔

⑥ ......حمد الٰہی کا بیان

⑦ ......اسمائے حسنیٰ کے ذریعے حمد وذکر

⑧ ......انسان کی کمزوری اور محتاجی نصرت الٰہی کی طرف

⑨ ......شرک کی بیخ کنی کہ اللہ کو چھوڑ کر غیروں سے مدد وسفارش طلب کرنا۔

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾

⑩ ......اللہ تعالیٰ کا ہی بیان کردہ راستہ سیدھا ہے۔

⑪ ......نجات کا راستہ یہی ہے۔

⑫ ......اس راستہ کے علاوہ باقی گمراہی کے راستے ہیں۔

⑬ ......اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا مربی ہے اور ان کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

⑭ ......وہ غنی بے پرواہ ہے جس کو کسی کی حاجت نہیں۔

⑮ ......وہ ہی تدبیر کرنے والا ہے۔

⑯ ......مخلوق ساری محتاج ہے۔ ﴿ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ﴾

⑰ ......وہ اوّل وآخر ہے۔

۱۸...... اصل اس کی حکومت وملکیت ہے۔
۱۹...... اسی کے ہاتھ میں حساب وجزا ہے۔
۲۰...... وہی دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔
۲۱...... اس نے جزا کا دن مقرر کر رکھا ہے۔
۲۲...... اس دن کی اعمال صالحہ کے ساتھ تیاری۔
۲۳...... اس دن سب کے اختیارات ختم ہوجائیں گے۔
۲۴...... اس دن خالص عبادت ہی ذریعہ نجات ہوگی۔
۲۵...... جو انبیاء کرام کے ذریعے بندوں تک پہنچی۔
۲۶...... اللہ تعالیٰ نے بندوں پر حجت پوری کردی۔ کیوں کہ یوم جزا کا تقاضا ہے۔
۲۷...... اللہ وہ جو ہر قسم کی عبادت کے لائق اور جہانوں کا مربی ہے پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ بندوں کی دنیاوی ضروریات کا بندوبست فرماتے اور آخرت کا نہ۔
۲۸...... اس کی صفت رحمت کا بھی تقاضا ہے کہ بندوں کو پہلے آگاہ کردیا جائے۔
۲۹...... فاتحہ میں خوش خبری اور تنبیہ ہے کہ رحمت کے ذکر کے بعد یوم جزا کا ذکر کیا۔
۳۰...... خالق کا حق مقدم مخلوق کا بعد۔
۳۱...... خالق سے ہدایت کی طلب کا حکم۔
۳۲...... انسان ہمہ وقت مدد کا محتاج ہے اس لیے دن میں بار بار ہدایت ومدد کی درخواست کرنا۔
۳۳...... ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔
۳۴...... ہدایت ہی صراط مستقیم ہے۔
۳۵...... صراط مستقیم پر چلنے والوں کی رفاقت کی دعا کرنا۔
۳۶...... اعمال کی کامیابی اللہ کی حکمت کے اسباب کے ساتھ متعلق ہے۔ مگر ان پر کلی اعتماد نہیں اس لیے انسان اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ نتائج کے لیے دعا کرے۔
۳۷...... اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں بلکہ یہ فطرتی تقاضا ہے۔
۳۸...... انسانی عقل وتدبیر کتنی بھی اعلیٰ کیوں نہ ہو نصرت الٰہی کی محتاج ہے۔
۳۹...... انعام یافتہ لوگ دین الٰہی کو ماننے والے سب کا ایک ہی عقیدہ توحید ہے۔
۴۰...... بعد میں آنے والے لوگوں کو بھی ان کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔
۴۱...... گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہ سے بچنا چاہیے۔
۴۲...... دنیاوی نعمتیں ایمان اور کفر والوں کے لیے عام ہیں۔ اخروی صرف اہل ایمان کے لیے۔
۴۳...... اچھے اور نیک لوگوں کو رفیق سفر بنانا چاہیے تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو۔
۴۴...... یوم جزا کی عظمت کہ اس دن جلال الٰہی کا مکمل ظہور ہوگا۔
۴۵...... خلوص عبادت کی اہمیت اور استعانت من اللہ کی عظمت۔
۴۶...... حمد وتعریف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے جب کہ مخلوق کو اپنی تعریف سے روکا۔
۴۷...... لفظ اللہ اور ربّ کی عظمت کہ ان سے اس کو پکارا جائے۔
۴۸...... اہدنا الصراط المستقیم میں قدریہ کا رڈ کہ انسان اپنے اعمال کا خالق ہے۔
۴۹...... ایاک نعبد میں عبادت پر فخر کا خیال آسکتا تھا۔ ایاک نستعین سے عاجزی کا اظہار کردیا۔
۵۰...... آخر میں آمین کہنا کہ اے اللہ میری درخواست کو قبول کر۔
۵۱...... آمین کی عظمت کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہوگئے۔



ارکانِ خمسہ

زکوٰۃ اوراس کی ضرورت واہمیت

مولانا عبدالواحد گوجراں والا

معاشرہ جن عوامل وعناصر سے خراب اور زوال پذیر ہوتا ہے ان میں سے ایک غربت وافلاس بھی ہے جو معاشرے کا ایک ایسا مہلک مرض ہے جو مذہب سے بیگانہ انسان کو چوری، ڈاکہ زنی ورہزنی اور قتل وغارت جیسی قبیح اور خطرناک واردات کا مرتکب بنادیتا ہے۔

اسلام کے محاسن سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس میں ایک مالی عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے عطا کردہ مال سے ایک مخصوص حصہ اس کی راہ میں صرف کریں۔

علاوہ ازیں اسلام کی نظر میں تمام مسلمان برابر ہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰]

''یقیناً سب ایمان دار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

اس لیے اسلام نے ان غرباء وافلاس زدگان کو متوقع فسادات سے بچانے ان کی گزران کو بہتر بنانے اور ان کی تنگ دستی وعسرت کو دور کرنے کے لیے امیر لوگوں (اصحابِ نصاب زکوٰۃ) کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر سال اپنے مال میں سے متعینہ زکوٰۃ ادا کریں۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ ۔" [بخاری، رقم: ١٤٩٦۔ مسلم، رقم: ١٩]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تحقیق ان پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا کہ اغنیاء سے وصول کی جائے اور پس غرباء پر تقسیم کی جائے۔''

معاشرے کی غربت وافلاس، تنگ دستی وتنگ دامانی اور مفلسی وزبوں حالی کے تدارک کے لیے اسلام نے جو زریں اصول ''ادائیگی زکوٰۃ'' تجویز کیے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اس پر عمل ہوتا رہا لوگ خوش حال اور فارغ البال رہے اور جوں جوں اس زریں اصول سے غفلت برتی جانے لگی اور اپنی مرضی کے مطابق ٹیکسوں جیسے اصول مرتب ہونے لگے توں توں غربت وافلاس کا مہیب سایہ دراز ہوتا گیا۔ شومئی قسمت کہ ہمارا ملک بھی اس عدم ادائیگی زکوٰۃ کے مہلک مرض میں مبتلا ہے اور روز بروز زوال پذیر ہوتا جارہا ہے۔

زکوٰۃ، دولت کی پاکیزگی اور حفاظت کا سبب ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ ۔" [ابوداؤد، رقم: ١٦٦٤]

''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لیے فرض کی ہے کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے۔''

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مال میں زکوٰۃ مخلوط ہوجاتی ہے۔ یعنی زکوٰۃ اس میں سے نکالی نہیں جاتی بلکہ اس میں مخلوط رہنے دی جاتی ہے تو وہ مال ضائع ہوجاتا ہے۔'' [مشکوٰۃ جلد اوّل، باب الزکوٰۃ، مدایۃ الرواۃ، رقم:۱۷۳۳]

معلوم ہوا کہ زکوٰۃ باقی ماندہ مال کی پاکیزگی وطہارت کا سبب ہے اور عدمِ اخراجِ زکوٰۃ دوسرے مال کے لیے موجب ضیاع ہے۔

فرضیت:

قرآن وحدیث کی بہ کثرت آیات واحادیث اس کی فرضیت کی شہادت دیتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند ایک ذیل میں رقم کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں زکوٰۃ کے مستحقین کی تعیین کا ذکر فرمایا

وہاں واضح الفاظ میں اس کی فرضیت کی بھی وضاحت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة:٦٠]

''صدقات (زکوٰۃ) تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن (نومسلموں) کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے۔ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور ''اللہ کی راہ'' میں اور مسافروں میں۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔''

زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے مستحقین کی وضاحت پر ہی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ آنحضرت ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ ان سے زکوٰۃ وصول کیجیے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [التوبة:١٠٣]

''آپ ﷺ ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجیے جس کے ذریعے سے آپ ﷺ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک وصاف کردیں گے اور ان کے لیے دعا کیجیے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان (قلب) ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

زکوٰۃ کی فرضیت اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ مجھ کو کوئی ایسا عمل (کام) بتائیے کہ میں اس کو کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کر (اور) کسی کو اس کا شریک نہ بنا۔ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر۔ اور ماہِ رمضان کے روزے رکھ۔'' اعرابی نے یہ سن کر کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں اس میں سے نہ کچھ کمی کروں گا، نہ زیادتی۔ جب یہ اعرابی چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی آدمی کو دیکھنے کی سعادت حاصل کرنا چاہے وہ اس شخص (اعرابی) کو دیکھ لے۔'' [بخاری:۱۳۹۷۔ مسلم:۱۴]

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

①...... اس امر کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

②...... نماز پڑھنا، ③...... زکوٰۃ ادا کرنا

④...... حج کرنا، ⑤...... اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

[بخاری، رقم:۸۔ مسلم، رقم:۱۶]

ضرورت واہمیت:

زکوٰۃ کی کتنی اہمیت ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند آیات سے ہوسکتا ہے۔

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة:١١٠]

''اور نماز پابندی سے پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے لیے جمع کرتے رہو گے حق تعالیٰ کے پاس (پہنچ کر) اس کو پالو گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کیے ہوئے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔''

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [النور:٥٦]

''اور (اے مسلمانو) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

﴿ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ﴾

''پس تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔'' [الحج:۷۸]

﴿ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ [البينة:۵]

ان آیات میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا ہے یعنی یہ دونوں ارکان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔

زکوٰۃ سے دولت میں برکت واضافہ:

صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ مسلمان کے مال ودولت میں کس طرح برکت اور اضافے کا سبب ہیں اس کا اندازہ ان چند آیات واحادیث سے بخوبی ہوسکتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة:۲۷۷]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت) میں ان پر کوئی خطرہ نہ ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔''

﴿ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴾ [الروم:۳۹]

''اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہوجائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔''

﴿ إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحديد:۱۸]

''بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور (یہ صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ (باعتبار ثواب کے) ان کے لیے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے عمدہ اجر ہے۔''

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة:۲۶۱]

''جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کیے ہوئے مالوں کی مثال ایک دانہ کی ہے جس سے (فرض کرو) سات بالیں نکلیں۔ ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ دوگنا کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا جاننے والا ہے۔''



حاجی محمد حنیف انبالوی اور محمد حنیف بھٹی صاحبان کا انتقال

حاجی محمد حنیف انبالوی اور حاجی محمد حنیف بھٹی صاحبان کوٹ رادھا کشن ضلع قصور کے دو بزرگ ساتھی تھے۔ جمعیت اہل حدیث کے احباب نے ان کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ ۳۱ مئی ۲۰۰۹ء کو ان دونوں بزرگوں کی وفات ہوئی۔ احباب وقارئین مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

[حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی]

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی کو صدمہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ امجد چھتوی ﷾ کی بیٹی اور پروفیسر محمد نعیم صدیقی رکن دارالمعارف مسجد مبارک لاہور، کی اہلیہ محترمہ یکم جون ۲۰۰۹ء بروز پیر قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کچھ عرصے سے علیل تھیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے دو بچے (ایک بیٹی اور ایک بیٹا) ہیں۔ جنھیں وہ سوگوار کر گئیں۔ احباب وقارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

خدماتِ اہل حدیث

مجموعہ ہائے فتاویٰ علمائے اہل حدیث ❶

حافظ صلاح الدین یوسف (مدیر، شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور)

''فتویٰ'' کے معنی جسے ''فُتیا'' بھی کہا جاتا ہے۔ اظہارِ رائے اور وضاحت کرنے کے ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ وضاحت ہوتی ہے جس میں کسی پیش آمدہ مسئلہ یا واقعہ یا اشکال کی بابت شرعی حکم بیان کیا جاتا ہے۔ گویا شریعت کی روشنی میں کسی اشکال کا حل پیش کرنا، کسی مسئلے کی وضاحت کرنا اور کسی واقعے کی بابت جواز یا عدمِ جواز کی تشریح کرنا ''فتویٰ'' کہلاتا ہے۔

عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کوئی ایسا واقعہ یا اشکال پیش آتا جس کی بابت ان کو شریعت کا حکم معلوم نہ ہوتا تو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کرتے، تب اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس کی وضاحت فرما دیتا۔ وحی الٰہی کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب عنایت فرما دیتے۔

اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی مفتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صاحب افتاء تھے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کی بابت یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿ اَللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ﴾ [النساء۴:۱۲۷] ''اللہ تعالیٰ تمھیں ان عورتوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے (جن کی بابت تم نے استفسار کیا ہے۔)'' ﴿ اَللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ﴾ [النساء۴:۱۷۶] ''اللہ تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر بہت سے احکام ومسائل بیان فرمائے۔ یہ گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے ہوئے۔ یہ فتوے احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

اس تفصیل سے چند باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

① ...... مفتی کو قرآنی احکام کا بھی پورا علم ہونا چاہیے اور ذخیرۂ احادیث پر بھی اس کی نظر گہری اور وسیع ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں اسے مجتہدانہ بصیرت بھی حاصل ہو تاکہ ہر پیش آمدہ مسئلے کا حل وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کر سکے۔ کوئی نص صریح نہ ہو تو وہ قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی حلت وحرمت اور جواز وعدمِ جواز کا فیصلہ کر سکے۔

② ...... وہ کسی حالت میں بھی قرآن وحدیث اور ان کے نظائر سے صرفِ نظر کر کے آرائے رجال اور اقوالِ ائمہ کی روشنی میں فتویٰ نہ دے۔ کیوں کہ وہ کسی خاص فقہ یا امام کا نمائندہ نہیں بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب افتا کا جانشین ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا فتویٰ صرف اور صرف اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام اور شریعت کے اصول وضوابط کے دائرے میں ہو، نہ کہ اس سے متجاوز ہو۔

③ ...... مفتی کے اندر فقہی جمود نہیں بلکہ فقہی توسُّع ہو۔ کیوں کہ نئے نئے مسائل میں عوام کو سہولت اسی وقت مل سکتی ہے جب مفتی فقہی جمود سے پاک اور اسلاف کے فقہی ذخیرے سے بلا تعصب استفادہ کرنے کا قائل ہو، ورنہ وہ قرآن وحدیث کی نصوص کو بھی نظر انداز یا اُن کی دُور از کار تاویل کرے گا اور عوام کی سہولت کی بھی اس کو پروا نہ ہوگی۔ یوں وہ اپنے فتوے میں اَوفق بالکتاب والسنہ کا اہتمام کرے گا اور نہ اَرفق بالناس ہی کا۔ جب کہ یہ منصب ان دونوں ہی باتوں کا متقاضی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (۱۱۱۴۔ ۱۱۷۶ھ) سے قبل برصغیر پاک وہند میں فقہی جمود کا دور دورہ تھا، اس لیے مفتیان کرام نہ اپنے فتووں میں مذکورہ باتوں کا اہتمام کرنے کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور نہ وہ قرآن وحدیث پر عبور اور ان میں فہم وبصیرت ہی سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ اس

لیے اس دَور کے فتاووں میں قرآن وحدیث کے بجائے صرف فقہی کتابوں ہی پر تمام تر اعتماد کیا گیا ہے۔ البتہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تجدیدی مساعی سے جب عمل بالحدیث کی تحریک کا آغاز ہوا تو اس سے متاثر افراد نے فقہی جمود سے بالا ہو کر قرآن وحدیث کی روشنی میں فتوے دینے شروع کیے جو مذکورہ خصوصیات ہی کے حامل ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کی تدریسی، تبلیغی اور علمی خدمات کے نتیجے میں برصغیر پاک وہند میں فقہی وتقلیدی جمود ٹوٹا اور عمل بالحدیث کے جذبے کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ نیز اس تحریک سے وابستہ علماء میں شخصیت پرستی تھی، نہ اکابر پرستی اور نہ کسی ایک ہی فقہ کی پابندی پر زور۔ ان سے متاثر عوام بھی کسی مسئلے میں علماء کی طرف رجوع کرتے تو اس سے ان کا مقصد بھی صرف قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں اس کا حل معلوم کرنا ہوتا تھا اور علماء بھی اپنی فہم کی حد تک سوال کا جواب دیتے وقت قرآن وحدیث کے دائرے سے تجاوز نہ کرتے۔ بنابریں منصب اِفتا کی اہمیت کو عمل بالحدیث کے جذبے سے سرشار علماء ہی سمجھتے اور اس کے تقاضوں کو بھی وہی ادا کرتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں جب عمل بالحدیث کا جذبہ عام ہوا تو عوام بھی بہ کثرت علمائے حدیث اور فقہائے حدیث کی طرف رجوع کرنے لگے اور علماء نے بھی اپنی مسئولیت اور ذمے داری کا احساس کرتے ہوئے اس فرض کو خوب نبھایا۔ لیکن المیہ یہ ہوا کہ اس وقت ان فتاووں کو سنبھال کر رکھنے کا خصوصی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس لیے ان کا ایک بہت بڑا حصہ محفوظ نہ رہ سکا۔ جیسے تحریک عمل بالحدیث کے سرخیل، خانوادۂ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی مسند تدریس حدیث کے صدر نشین، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی بابت ان کے ایک فاضل شاگرد مولانا سید عبدالحی (ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) کی قابل قدر کتاب ''نزہۃ الخواطر'' میں ہے:

" أَمَّا الْفَتَاوَى الْمُتَفَرِّقَةُ الَّتِيْ شَاعَتْ فِي الْبِلَادِ فَلَا تَكَادُ أَنْ تُحْصَرَ، وَظَنِّي أَنَّهَا لَوْ جُمِعَتْ لَبَلَغَتْ إِلٰى مُجَلَّدَاتٍ ضِخَامٍ۔" [نزهة الخواطر: ٨/ ٥٠٠، طبع حیدر آباد دکن ١٩٧٠ء]

''ان کے وہ متفرق فتاویٰ ہی جو مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، حیطۂ شمار سے باہر ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اگر وہ جمع کیے جاتے تو کئی ضخیم جلدیں بنتیں۔''

اس تحریک سے وابستہ افراد......عوام وخواص......کو پاک وہند میں اہل حدیث کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اس مختصر مقالے میں انھی علمائے اہل حدیث کے اُن مجموعہ ہائے فتاویٰ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے جو مذکورہ بالا خصوصیات کے حامل ہیں۔

ہم ان فتاووں کا تذکرہ مجموعہ ہائے فتاویٰ کے بجائے اصحابِ فتاویٰ کے اسمائے گرامی کی صورت میں کریں گے اور اس طرح ان کے فتاووں کا تعارف پیش کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اصحابِ فتاویٰ ایسے بھی ہیں جو اپنی زندگی میں مرجع عوام وخواص تھے اور لوگ بہ کثرت ان سے فتوے پوچھتے تھے اور بلاشبہ انھوں نے سینکڑوں نہیں، ہزاروں فتوے دیے لیکن وہ رسائل وجرائد کی فائلوں میں محفوظ ہیں یا پھر لوگوں کے پاس پڑے ہوئے ہیں، ان کو ابھی تک مرتب کر کے شائع نہیں کیا گیا۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ مسند نشینانِ افتا کے ناموں سے اُن مساعیٔ حسنہ کا ذکر کیا جائے جو علمائے اہل حدیث نے اس ضمن میں کی ہیں۔

(۱)......نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ:

ان میں ایک نمایاں شخصیت نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی ہے جن کی ولادت ١٢٤٨ھ، مطابق ١٨٣٢ء اور وفات ١٣٠٧ھ، مطابق ١٨٩٠ء کو ہوئی۔ انھوں نے بڑی بھرپور زندگی گزاری، آزمائشوں سے بھی گزرے اور عنایات خسروانہ سے بھی بہرہ ور رہے جس کی تفصیل ان کی خودنوشت ''إبقاء المنن بالقاء المحن'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تاہم ہر حال میں وہ علم سے وابستہ اور علمی کاموں میں منہمک رہے۔ ان کی علم وفن سے وابستگی اور علمی انہماک کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی تالیفات وتراجم کا شمار تین صد کے قریب ہے۔ دوسرے یہ کہ فقہ، حدیث، تفسیر، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، لغت، سیر وسوانح، سیاست، معاشرت، اخلاق سمیت ہر شعبۂ زندگی کے لیے

اسلامی تعلیمات پر مبنی ہر موضوع پر ان کی تالیفات موجود ہیں، بلکہ بعض موضوعات پر تو ان کی کئی کئی کتابیں ہیں، اسی لیے انھیں بجا طور پر ''مجدد العلوم'' کا لقب دیا گیا ہے۔ اپنی تالیفات کے علاوہ فتح الباری اور تفسیر ابن کثیر جیسی ضخیم کتابیں قاہرہ ومصر سے سب سے پہلے اپنے خرچ پر طبع کروا کر ہندوستان کے اہل علم میں مفت تقسیم کیں۔

جزاہ اللہ احسن الجزاء عن الإسلام والمسلمین۔

وہ متنوع کمالات کے حامل، ہمہ قسم کے اوصاف سے متصف اور نہایت بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ''مآثر صدیقی'' اور اُن پی، ایچ، ڈی کے مقالات میں یہ تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو ان کی شخصیت اور خدمات پر پاک وہند کی یونیورسٹیوں میں تحریر کیے گئے ہیں، جن میں سے بعض کتابی شکل میں شائع بھی ہو گئے ہیں۔

ان کی تین کتابیں جو صرف فتاویٰ پر مشتمل ہیں اور علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ کی جو خصوصیات ابتدا میں بیان کی گئی ہیں، یہ فتاوے ان کے حامل ہیں۔

①......بدور الأھلة من ربط المسائل بالأدلة: یہ بڑے سائز کے ۵۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، تاریخ طبع ۱۲۹۸ھ ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے۔

②......ھدایة السائل إلی أدلة المسائل: یہ بڑے سائز کے ۵۵۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۰۶ مسائل تفصیلی دلائل کے ساتھ زیر بحث آئے ہیں، تاریخ طبع ۱۲۹۲ھ ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے۔

③......دلیل الطالب علی ارجع المطالب: یہ بھی بڑے سائز کے ۱۰۱۱ صفحات پر مشتمل ہے، زبان فارسی ہے اور اس میں ۱۸۲ مسائل پر تفصیلی گفتگو ہے۔ تاریخ طبع ۱۲۹۵ھ ہے۔

یہ سب کتابیں مطبع شاہجہانی بھوپال کی مطبوعہ ہیں۔

یہ تینوں کتابیں جو سوا صدی سے بھی پہلے کی مطبوعہ ہیں، اب بالکل نایاب ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو نہ صرف یہ کہ دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ وہ محفوظ ہو جائیں بلکہ ان کا اردو میں ترجمہ بھی کیا جائے تاکہ ان کا دائرۂ استفادہ بھی وسیع ہو جائے۔

(۲)......شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی رحمہ اللہ:

نواب صدیق حسن خاں ہی کے ہم عصر شیخ حسین یمنی بھی تھے جو یمن سے ہجرت کر کے بھوپال میں آ مقیم ہوئے تھے۔ بڑے فاضل تھے، بالخصوص تدریس حدیث میں ائمہ محدثین کے صحیح جانشین تھے، انھوں نے بھی بھوپال ہی میں اپنی مسند درس بچھا رکھی تھی جہاں ان سے سیکڑوں علماء نے کسب فیض کیا۔ انھوں نے بہت سے فتاوے اور فقہی رسائل لکھے جن کا مجموعہ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ محمد نے دو جلدوں میں تیار کیا تھا، اس کی پہلی جلد لکھنؤ سے ۱۳۲۲ھ میں ''نور العین من فتاوی الشیخ حسین'' کے نام سے شائع ہوئی جو اب بالکل نایاب ہے۔ دوسری جلد غالباً شائع نہیں ہوسکی۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۲۴۵ھ اور تاریخ وفات ۱۳۲۷ھ ہے۔

صاحب ''عون المعبود'' مولانا شمس الحق ڈیانوی جو شیخ حسین کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، انھوں نے سنن دارقطنی کا حاشیہ ''التعلیق المغنی'' کے نام سے لکھا تھا، یہ حاشیہ مع سنن الدارقطنی مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۱۰ھ میں بڑے سائز میں چھپا تھا۔ اس کے آخر میں شیخ حسین رحمہ اللہ کے دو رسائل بھی شامل ہیں۔ ایک کا نام ''البیان المکمل فی تحقیق الشاذ والمعلل'' اور دوسرے کا نام ''القول الحسن المتین فی ندب المصافحة بالید الیمنیٰ وإن الذی أظھرھا أھل الیمن'' ہے۔

شیخ حسین انصاری کے پوتے شیخ خلیل بن محمد تھے جو عرب صاحب کے نام سے معروف ہوئے۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں استاذ تھے، لکھنؤ کے عرصۂ اقامت میں ان سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے عربی زبان وادب کے حصول میں بطور خاص بہت فائدہ اٹھایا۔ اس کا تذکرہ انھوں نے قدرے تفصیل سے ''پرانے چراغ'' جلد اوّل میں بڑے والہانہ انداز سے کیا ہے۔ شیخ خلیل عرب صاحب قیام پاکستان کے بعد کراچی آ گئے تھے اور یہیں ۱۹۶۶ء میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ

(۳)......مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ:

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (۱۲۳۰ھ۔۱۲۹۸ھ) جو مشہور عارف باللہ اہل حدیث گزرے ہیں جن کو ان کی سلفیت اور اتباع قرآن وحدیث کی وجہ سے ان کے آبائی علاقے غزنی (افغانستان) سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور وہ مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کرنے کے بعد بالآخر امرتسر میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲ بیٹے عطا فرمائے اور یہ سب کے سب ہی علومِ دینیہ کے فاضل اور اصحابِ زہد وتقویٰ تھے۔ان بارہ صاحبزادگان میں سے علم وتقویٰ کے اعتبار سے جن کو سب سے زیادہ شہرت ملی، ان کو الامام عبدالجبار غزنوی کہا جاتا ہے۔مولانا سید محمد داؤد غزنوی امیر اوّل مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۳ء) انہی کے صاحب زادۂ گرامی تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما

حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ دار العلوم تقویۃ الاسلام، المعروف مدرسہ غزنویہ کے بانی اور استاذ بھی تھے اور اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے باعث عوام وخواص کے مرجع تھے۔انھوں نے بھی بے شمار فتوے دیے لیکن اس دور میں چوں کہ ریکارڈ رکھنے کا رواج نہیں تھا، اس لیے وہ محفوظ نہ رہ سکے، تاہم جب ان کی حفاظت کا احساس پیدا ہوا تو دستیاب فتووں کا ایک مجموعہ بنام ''بستان المحققين لبشارة السائلين، المعروف بمجموعة الفتاویٰ، الملقب بالعروة الوثقٰی'' شائع کیا گیا، جس پر الجزء الاوّل لکھا ہوا ہے اور آخر میں اس کے دوسرے حصے کی اشاعت کی نوید دی گئی ہے۔جس میں نکاح وطلاق کے مسائل درج ہونے تھے۔لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ دوسرا حصہ شائع نہیں ہو سکا۔ واللہ اعلم

یہ مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ غزنویہ'' کے نام سے مشہور ہے، بڑے سائز کے ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر فتوے کا عنوان عربی میں ہے، کسی عنوان کے نیچے بھی عنوان کا اردو ترجمہ ہے۔ تاہم آخر میں تمام فتووں کی فہرست اردو میں ہے۔کئی سوال، جواب فارسی میں ہیں۔لیکن حواشی میں تمام عربی، فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ دے دیا گیا ہے۔ مترجم ہیں عبدالودود بن مولوی محمد اسحٰق علوی اللہ یانوی۔ ہر فتوے کے آخر میں حَرَّرَہٗ یا کَتَبَہٗ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی لکھا ہوا ہے۔

تاریخ طبع درج نہیں ہے، صرف انوار الاسلام امرتسر لکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کی اشاعت حضرت الامام کی زندگی ہی میں عمل میں آئی ہے جیسا کہ اس کے شروع میں فتاویٰ کے جامع وناشر یحییٰ بن مولوی عبدالرحیم غزنوی اور عبدالودود بن مولوی محمد اسحٰق کی طرف سے تحریر ہے:

''جب بعض فتاویٰ مَخْدُوْمُنَا وَمُکَرمُنَا وَأُسْتَاذُنَا، إِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْنَ، قُدْوَۃُ الْمحقِّقِیْنَ وَعُمْدَۃُ الْفُقَھَاءِ وَالْمُحَدِّثِیْنَ جناب مولانا حضرت شیخ عبدالجبار صاحب غزنوی مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ حَیَاتِهِ وَأَفَاضَ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ مِنْ بَرَکَاتِهِ وَأَیَّدَہُ اللّٰہُ وَوَالَاہُ وَنَصَرَہُ عَلٰی مَنْ خَالَفَہٗ وَعَادَاہُ کے ہماری نظر سے گزرے......''

[فتاویٰ غزنویہ، مطبع نور الاسلام امرتسر، ص:۳]

حضرت الامام کی ولادت ۱۲۶۸ھ اور وفات ۱۳۳۱ھ ہے۔اس اعتبار سے اس کی اشاعت پر تقریباً ایک صدی کا عرصہ گزر گیا ہے۔اب یہ فتویٰ بھی نایاب ہے۔

(۴)......شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ:

شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی سے فقہی جمود میں جو کمی آئی اور تقلید کی بندھنیں ڈھیلی ہوئیں، تو اس سے عمل بالحدیث کے جذبے کا آغاز ہوا جس کو میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی تدریسی مساعی سے بڑا فروغ حاصل ہوا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۲۲۰ھ میں پیدا اور ۱۳۲۰ھ میں فوت ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس حدیث کے لیے لمبی عمر عطا فرمائی۔ پھاٹک حبش خاں دہلی کے ایک چھوٹے سے مدرسے میں آپ کی شخصیت عرب وعجم کے تشنگانِ علم کے لیے ایک بہت بڑا مرجع تھی۔اس چشمۂ فیض سے ہزاروں اہل علم فیض یاب ہوئے جس کی تفصیل کے یہ صفحات متحمل نہیں۔چوں کہ آپ کی ذات عوام وخواص کے لیے مرجع تھی، اس لیے لوگ بہ کثرت فتویٰ لینے کے لیے بھی آپ سے رجوع کرتے تھے، لیکن آپ کے فتاووں کی بھی حفاظت کا اہتمام نہ ہو سکا جس کی وجہ سے ان کا

بہت بڑا ذخیرہ ضائع ہوگیا جیسا کہ ان کے ایک فاضل شاگرد مولانا عبدالحی مؤلف ''نزھۃ الخواطر'' کا اقتباس پہلے گزر چکا ہے جس میں انھوں نے اپنے اس مشاہدے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ان کے نبیرگان (پوتے) جنھوں نے میاں صاحب کے فتووں کا ایک مجموعہ ''فتاویٰ نذیریہ'' کے نام سے شائع کیا، لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین المعروف میاں صاحب رحمہ اللہ نے جو فتوے خود لکھے یا تلامذہ وفرزندان وغیرہم سے لکھوائے اور ان کو اپنی مہر ودستخط سے مزین فرمایا۔ اگر یہ سب دستیاب ہوجاتے تو یقیناً فتاویٰ عالم گیری سے چہار چندیا اس سے بھی زائد ہوجاتے، مگر حضرت ممدوح کے زمانے میں نہ اس کا خیال ہوا اور نہ نقل فتووں کی مہلت ملی۔ مگر چند سال سے عالی جناب مولوی سید محمد شریف حسین مرحوم والد ماجد احقران نے نقل کا التزام کیا مگر صاحب موصوف کی عمر نے وفا نہ کی......۔''

بہرحال آخری عمر کے یہ فتوے حضرت موصوف کے دو خصوصی شاگردانِ رشید مولانا محمد شمس الحق محدث عظیم آبادی صاحب ''عون المعبود'' (متوفی ۱۳۲۰ھ، ۱۹۰۹ء) اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (متوفی ۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۲ء) صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' شرح جامع الترمذی کی مساعی حسنہ، نیز نظر ثانی اور مولانا شرف الدین محدث دہلوی (متوفی ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۱ء) کی تصحیح ومختصر تعلیقات کے ساتھ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے نبیرگان (پوتوں) کے اہتمام سے ۱۳۳۳ھ، ۱۹۱۳ء میں دو جلدوں میں دہلی سے شائع ہوئے۔

یہی مجموعۂ فتاویٰ پھر پاکستان سے حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی کوششوں سے اہل حدیث اکادمی لاہور، کی طرف سے ۱۹۷۱ء میں ۳ جلدوں میں شائع ہوا۔ اس دفعہ حواشی میں عربی، فارسی عبارتوں کے اردو ترجمے بھی دے دیے گئے ہیں جس سے اس مجموعے کی افادیت دو چند ہوگئی ہے۔ کیوں کہ اس میں کافی تعداد میں ایسے فتوے ہیں جو فارسی زبان میں ہیں یا کثرت سے ان میں عربی عبارتیں ہیں، ان کا ترجمہ کیے بغیر عوام کے لیے ان کا سمجھنا ناممکن تھا۔

اس میں بعض فتاویٰ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے فاضل تلامذہ کے بھی ہیں جن پر میاں صاحب کی تصدیقی مہر ثبت ہے۔ گویا ''فتاویٰ نذیریہ'' میاں صاحب کے مکتوبہ ومصدقہ فتاووں کا مجموعہ ہے۔ ہر فتوے کے آخر میں مفتی کا نام درج ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ فتویٰ کس کا ہے؟

(۵)......شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ:

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء) کا نام اور کام بھی محتاج تعارف نہیں۔ متحدہ ہندوستان میں تمام فرقِ باطلہ سے چومکھی جنگ لڑی اور ہر محاذ پر اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور حق وصداقت کا پھریرا لہرایا۔ آپ نے تقریباً ۴۵ سال (۱۹۰۳ء تا ۱۹۴۷ء) تک ہفت روزہ ''اہل حدیث'' پرچہ امرتسر (بھارت) سے نہایت پابندی کے ساتھ شائع کیا جس میں ہر طرح کے محققانہ مضامین ومقالات کے علاوہ سوالوں کے جواب کا بھی مستقل سلسلہ قائم تھا۔

''اہل حدیث'' ہی کی ۴۵ سالہ فائلوں سے شارح صحیح بخاری مولانا محمد داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ (۱۳۲۷ھ، ۱۴۰۲ھ) نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتووں کو جمع کیا، ان پر محدثِ دوراں مولانا شرف الدین محدث دہلوی نے نظر ثانی فرمائی اور جگہ بہ جگہ اپنی طرف سے تحقیقی نوٹ بھی دیے جن سے اس مجموعۂ فتاویٰ کی استنادی حیثیت وافادیت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے، رحمہم اللہ۔ مولانا امرتسری کی تاریخ ولادت ۱۸۶۸ء ہے۔

۱۳۷۲ھ میں یہ مجموعہ فتاویٰ دو جلدوں میں ''فتاویٰ ثنائیہ'' کے نام سے دہلی سے شائع ہوا، پھر ۱۹۷۲ء میں پاکستان سے اسے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ نے شائع کیا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن غالباً سرگودھا سے شائع ہوا ہے۔

یہ فتاویٰ بالعموم مختصر ہیں۔ اس لیے حسب ضرورت ''تشریح'' کے عنوان سے مولانا شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اضافات بھی اس میں شامل ہیں جن سے اس مجموعے کی اہمیت وافادیت بھی دو چند ہوگئی

ہے۔جزاهم الله أحسن الجزاء

(٦)......مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ:

حافظ عبداللہ محدث روپڑی (۱۳۰۴ھ،۱۳۸۴ھ،مطابق ۱۹۶۴ء) اپنے وقت کے اعاظم رجال میں سے تھے،محققانہ نظر اور مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔ ان کی متعدد علمی وتحقیقی تالیفات ہیں۔ انھوں نے ۱۳۵۰ھ،۱۹۳۳ء میں ''تنظیم اہل حدیث'' کے نام سے روپڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) سے ہفتہ وار اخبار جاری کیا، جو اب تک جاری ہے۔

اس میں حضرت حافظ صاحب کے فتاویٰ بھی شائع ہوتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انہی فتاووں کو ان کے ایک فاضل شاگرد مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھا نے جمع کر کے ''فتاویٰ اہل حدیث'' کے نام سے ۱۹۷۳ء میں ۳ جلدوں میں شائع کر دیا۔

یہ فتاوے قدرے تفصیلی ہیں اور عقائد سے لے کر زندگی کے بیشتر معمولات تک حاوی ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں۔ اصحابِ فتویٰ اور اہل علم وتحقیق کے لیے اجتہاد وتفقہ کا ایک نادر خزینہ اور فقہ الحدیث والقرآن کا ایک بیش قیمت گنجینہ ہیں۔ اب یہ دو جلدوں میں مطبوع اور دستیاب ہے۔

(۷)......فتاویٰ علمائے اہل حدیث:

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸۷ء) نہایت سادہ مزاج، کم گو اور علمی وتحقیقی ذوق سے بہرہ ور تھے۔ خانیوال میں جامعہ سعیدیہ کے بانی، مہتمم اور شیخ الحدیث تھے، مولانا شرف الدین محدث دہلوی (متوفی ۱۹۸۱ء) کے شاگردِ رشید تھے۔ انھوں نے تمام علمائے اہل حدیث کے فتووں کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب ومدوّن کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور وسائل کی کمی کے باوجود محض اپنی ہمت اور اللہ کی توفیق سے اس میں کافی پیش رفت بھی کر لی تھی۔ یہ مجموعے وہ جماعتی رسائل وجرائد میں شائع شدہ تحقیقی مقالات وفتاویٰ سے مرتب کرتے تھے اور اس کی چودہ جلدیں انھوں نے شائع کر دی تھیں، ابھی اس پر ان کا کام جاری تھا کہ پیغامِ اجل آ پہنچا۔ اب یہ جلدیں بھی نایاب ہیں اور ان کے ذہن میں اس کی جو ترتیب اور خاکہ تھا، وہ بھی وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ علاوہ ازیں ان کے بعد ان کے اخلاف اور تلامذہ نے بھی اس کی تکمیل کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مطبوعہ مجموعہ ہائے فتاویٰ کو بھی از سر نو شائع کیا جائے اور مزید فتاووں کو جمع ومرتب کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۸)......مولانا عبدالقادر عارف حصاری رحمہ اللہ:

مولانا موصوف جماعت اہل حدیث کے ایک محقق عالم ومفتی تھے۔ انھوں نے سیکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں علمی وتحقیقی مقالات ومباحث اور فتاویٰ تحریر کیے جو جماعت کے تمام جرائد ورسائل میں شائع شدہ موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ کتابی شکل میں منظر عام پر نہیں آئے۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث راجووال حفظہ اللہ کی تجویز وتحریک پر مولانا محمد ابراہیم خلیل صاحب (حجرہ شاہ مقیم، دیپالپور) نے ان کو رسائل سے جمع کر کے مرتب کر لیا ہے۔ اللہ کرے وہ جلد شائع بھی ہو جائیں۔ یہ ایک علمی امانت اور تحقیق وتنقیح کا نہایت قیمتی خزانہ ہے۔ جس کو مرورِ ایام کی گردشوں اور دست بردِ زمانہ سے بچانا نہایت ضروری ہے۔

مولانا موصوف کی تاریخ پیدائش لگ بھگ ۱۹۰۷ء ہے اور ۱۹۸۱ء میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

(۹)......مولانا عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ:

مولانا عبداللہ غازی پوری، میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے اور اصحابِ تحقیق وفتویٰ اور اصحابِ تدریس میں سے تھے، ان کی مسند تدریس وعلم سے بھی علماء کی ایک کثیر تعداد نے بہت فائدہ اٹھایا۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۲۶۱ھ اور تاریخ وفات ۱۳۳۷ھ ہے۔

ان کے فتاویٰ کا مجموعہ تو شائع نہیں ہوا۔ لیکن جماعت کے صاحب مطالعہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی، جن کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ سلفی لٹریچر پر بڑی گہری اور وسیع نظر ہے۔ یعنی مولانا عزیر شمس حفظہ اللہ (بھارت) حال مقیم مکہ مکرمہ، ان کا بیان ہے کہ ان کے فتاویٰ کے مجموعے کے دو نسخے بنارس اور مبارک پور میں ان کی نظر سے گزرے ہیں۔ دوسرے نسخے میں فتاویٰ کی ترتیب وتبویب کا کام مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (متوفی

۱۳۵۳ھ) نے کیا ہے۔ پہلا نسخہ مسودے کی شکل میں اور غیر مرتب ہے۔ ان فتاویٰ میں مولانا غازی پوری نے مسائل کی تحقیق جس انداز میں کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔

(۱۰)......مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

مولانا مرحوم بھی میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ان کی سنن ابوداؤد کی عربی شرح ''عون المعبود'' اور سنن دارقطنی کا عربی حاشیہ ''التعلیقات المغنی'' عرب وعجم میں یکساں مقبول ومعروف ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے اور بھی متعدد رسائل وفتاویٰ اردو، فارسی اور عربی میں ہیں۔ ''غایۃ المقصود'' کے نام سے انھوں نے ابوداؤد کی ایک مفصل شرح عربی میں لکھی تھی، جس کے کچھ قلمی اجزاء خدا بخش لائبریری پٹنہ (بھارت) سے دستیاب ہوگئے ہیں جن کی طباعت کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

ان کے فتووں کا ایک مجموعہ مولانا عزیز شمس نے مرتب کر کے شائع کیا ہے، جو فتاویٰ فارسی اور عربی میں ہیں، فاضل مرتب نے ان کا اردو ترجمہ یا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ ان فتووں کی تعداد پچاس ہے۔

ان فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہیں، احادیث کی صحت وضعف پر محدثانہ انداز سے کلام کیا گیا ہے اور ائمہ اربعہ اور ان کی فقہی کتابوں سے بھی اقتباسات دیے گئے ہیں اور دلائل کی روشنی میں ان کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ فتاوے بڑی اہمیت کے حامل اور فقہ الحدیث کی برتری کا بہترین نمونہ ہیں۔

یہ مجموعۂ فتاویٰ ''فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی'' کے نام سے علمی اکیڈمی فاؤنڈیشن کراچی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا ہے۔ درمیانہ سائز، صفحات ۴۶۶ ہیں۔ صاحب فتاویٰ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۱ء میں رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ [مقدمہ فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، شائع کردہ علم اکیڈمی فاؤنڈیشن کراچی: ۱۹۸۹ء، ص: ۴۹]

(۱۱)......شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ:

مولانا مرحوم میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے دست راست اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے تادم واپسیں ناظم اعلیٰ رہے۔ تحریر وانشا کا بھی بڑا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور ایک مخصوص طرز واسلوب کے حامل تھے۔

ان کے فتووں اور اہم سوالات کے جوابات کا ایک مجموعہ ''فتاویٰ سلفیہ'' کے نام سے لاہور سے شائع ہوا تھا جسے مکتبہ ترجمان دہلی (بھارت) نے بھی دوبارہ ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔ ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت اہم موضوعات کو محیط ہے۔

مولانا مرحوم کی تاریخ ولادت ۱۳۱۹ھ، مطابق ۱۹۰۱ء اور تاریخ وفات ۱۳۸۷ھ، مطابق ۱۹۶۸ء ہے۔ **غفر اللہ له ورحمه**

[جاری ہے]



مقالہ علمیہ

المدونۃ الکبریٰ اور اس کے مؤلفین کا تعارف

ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر (ایسوسی ایٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد)

المدونۃ الکبریٰ فقہ مالکی کی معروف ومشہور کتاب ہے جس کے بارے میں سحنون (م۲۴۰ھ) نے مبالغہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا:

" انما المدونة من العلم بمنزلة ام القران من القران تجزی فی الصلوة عن غيرها ولا تجزی غيرها عينها۔ " [قاضی عیاض، ابوالفضل، عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی: ترتیب المدارك وتقريب المسالك :۲/ ۴۷۲ دار مكتبة الحياة بيروت: ۱۹۶۷ء/ ۱۳۸۷ھ]

''مدونہ کا علم میں وہی مقام ہے جو ام القرآن کا قرآن میں مقام ہے، کہ یہ نماز میں اپنے غیر سے کفایت کرتی ہے اور اس کا غیر اس سے کفایت نہیں کرتا۔''

تین افراد: اسد بن الفرات، ابن القاسم اور سحنون کا المدونہ کے مسائل سے گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ان افراد کا بالترتیب تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ حقیقت حال خوب واضح ہو سکے۔

(۱)......اسد بن الفرات:

نام ونسب: قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اسد بنی سلیم بن قیس کے مولیٰ ہیں۔ آپ کی نیت ابوعبداللہ ہے۔ ابوالعرب نے اپنے طبقات میں اور ابوعلی بصری نے اپنے ''معرب'' میں کہا ہے کہ اسد خراسان میں نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ دیار بکر میں حرام کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ نے بعض بستیوں میں قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ٹیونس میں علی بن زیاد کے پاس آتے جاتے رہے۔ ان سے لازم ہوکر ان کا علم سیکھا اور ان کی فقہ حاصل کی۔ پھر مشرق کی طرف کوچ کیا، تو مالک بن انس سے آپ کا مؤطا وغیرہ جمع کیا۔

پھر اسد عراق چلے گئے، وہاں ابویوسف، محمد بن حسن اور اسد بن عمرو سے ملے اور یحییٰ ابن ابی زائدہ، ہشیم، الحسیب، ابی شریک اور ابوبکر بن عیاش وغیرہم سے علم (کتابۃً) حاصل کیا اور ابویوسف نے آپ سے مؤطا اخذ کیا، اور یحییٰ بن اسحاق نے ذکر کیا کہ اسد نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن نے مؤطا اخذ کیا، اور میں نہیں جانتا یہ کیسے ہے؟ محمد نے تو مؤطا مالک سے سنا ہے، اور آپ پر بہت سی حدیثوں کی سماعت کی ہے۔ محمد نے کہا کہ میں مالک کے پاس تین سال ٹھہرا ہوں اور میں نے مالک سے سات سو حدیثوں سے ایک لفظ بھی زائد نہیں سنا۔

[قاضی عیاض: ترتيب المدارك :۲/ ۴۶۵]

امام مالک سے تعلیم کا آغاز: اسد خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں مشرق سے چلا تو مدینہ پہنچ کر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مالک جب (تدریس کے لیے) دن کا آغاز کرتے تو آپ کا دربان نکلتا، وہ پہلے اہل مدینہ کو اندر بھیجتا، پھر اہل مصر کو پھر عام لوگوں کو، تو میں ان کے ساتھ اندر چلا جاتا۔ جب مالک نے علم میں میری رغبت دیکھی تو اپنے دربان سے کہا کہ قروی کو مصریوں کے ساتھ اندر آنے دیا کرو۔ جب دو یا تین دن ہوگئے تو میں نے اس سے کہا کہ میرے دو اور ساتھی ہیں اور میں ان سے پہلے داخل ہونے میں وحشت محسوس کرتا ہوں۔ تو اس نے ان دونوں کو میرے ساتھ اندر آنے کا کہہ دیا۔ ابن قاسم وغیرہ مجھے مالک سے سوال کرنے پر ابھارا کرتے تھے۔ پھر جب امام مالک میرے سوال کا جواب دے دیتے تو یہ (ساتھی) مجھے کہتے کہ آپ پوچھئے کہ اگر مسئلہ ایسے اور ایسے ہو؟ تو ایک دن مالک مجھ سے اکتا گئے اور فرمایا کہ یہ تو

سلسلہ در سلسلہ ہے، اگر ایسے ہوگا ایسے ہوگا، اگر تمہارا (ایسا) ارادہ ہے تو عراق چلے جاؤ۔ [قاضي عياض: ترتيب المدارك: ٢/ ٤٦٦]

کوفہ کی طرف رحلت: سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ جب اسد نے مالک سے مؤطا سنا تو کہا کہ مجھے اور سماع کا موقع دیجیے۔ تو مالک نے فرمایا کہ جتنا لوگوں کے لیے ہے اتنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔ امام مالک جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو آپ کے شاگرد لکھ لیا کرتے تھے۔ لیکن جب اسد نے معاملہ بڑھتا دیکھا تو عراق کی طرف کوچ کیا۔

[قاضي عياض: ترتيب المدارك: ٢/ ٤٦٦]

اسد بن فرات کہتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا تو ابو یوسف کے پاس آیا، میں نے انھیں بیٹھا ہوا پایا اور ان کے پاس ایک جوان تھا جو انھیں ایک مسئلہ لکھا رہا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو بولا: کاش مجھے معلوم ہوتا کہ مالک اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا: ایسے ایسے (کہتے ہیں) تو اس نے میری طرف دیکھا۔ جب وہ دوسرے دن آئے تو ایسا ہی ہوا اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا جب لوگ چلے گئے۔ تو اس نے مجھے بلایا اور کہا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ تو میں نے انھیں بتا دیا۔ وہ بولے: آپ کو کیا چیز مطلوب ہے؟ میں نے کہا: جس کے ذریعے اللہ مجھے نفع دے (میں اس کا طلب گار ہوں) تو بیٹھے ہوئے جوان نے مہربانی کرتے ہوئے کہا کہ اسے اپنے ساتھ ملا لیجیے۔ شاید اللہ تجھے اس کے ذریعے دنیا وآخرت میں فائدہ پہنچائے۔ میں اس کے گھر کی طرف اس کے ساتھ چل پڑا تو معلوم ہوا کہ یہ محمد بن حسن ہیں۔ تو میں آپ سے لازم ہوگیا۔ یہاں تک کہ میرا شمار آپ کے مناظر اصحاب میں ہونے لگا۔

اسد کہتے ہیں کہ میں نے محمد سے کہا کہ میں غریب ہوں اور مجھے آپ سے کم سماع حاصل ہوا ہے۔ محمد نے کہا: آپ دن میں عراقیوں سے سماع کیجیے اور رات کو آپ اکیلے آکر میرے پاس رات گزاریے تو میں آپ کو سماع کا موقع دوں گا۔ (دورانِ سماع) محمد جب مجھے اونگھتا دیکھتے تو میرے چہرے پر پانی چھڑکتے۔

[قاضي عياض: ترتيب المدارك: ٢/ ٤٦٧]

محمد بن حارث (م ۲۴۱ھ)، ابو اسحاق شیرازی (م ۴۱۸ھ) اور یحیٰ بن اسحاق (م ۳۰۳ھ) نے کہا کہ (بعض ایک دوسرے سے زائد ذکر کرتے ہیں) اسد نے عراق کی طرف کوچ کیا تو اصحاب ابی حنیفہ سے فقہ حاصل کیا۔ پھر جب مالک کی موت کی خبر پہنچی تو عراق آپ کی موت پر لرز اٹھا۔ اسد نے کہا کہ "اللہ کی قسم! عراق میں کوئی ایک حلقہ بھی ایسا نہیں تھا جس میں مالک کا ذکر نہ ہوتا ہو، سبھی کہہ رہے تھے مالک، مالک، انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

اسد کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کا شدید غم اور اس پر ان کا اجتماع دیکھا تو میں نے محمد بن الحسن کے پاس اس کا تذکرہ کیا کیوں کہ آپ ان میں منظورِ نظر تھے۔ میں نے محمد کو آزمانے کے لیے کہا: تم کس قدر مالک کو یاد کر رہے ہو حالاں کہ وہ تمہاری بہت مخالفت کیا کرتے تھے۔ تو محمد نے میری طرف نظر پھیرتے ہوئے کہا: "خاموش رہیے: اللہ کی قسم وہ آثار (احادیث) میں امیر المومنین تھے۔" تو اسد کو اس پر ندامت ہوئی جو وہ مالک سے ضائع کر چکے تھے۔ اور مالک کے مذہب کی طرف پلٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

[قاضي عياض: ترتيب المدارك: ٢/ ٤٦٨]

شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ

بیان کیا جاتا ہے کہ اسد عراق سے واپس آئے تو ابن وہب کے پاس پہنچے، تو کہا کہ یہ ابو حنیفہ کی کتب ہیں اور ابن وہب سے عرض کی کہ مالک کے مذہب کے مطابق ان کے جوابات دیں تو ابن وہب نے انکار کر دیا اور تورع (پرہیز گاری) سے کام لیا۔ تو یہ (اسد بن فرات) ابن القاسم کے پاس چلے گئے تو آپ نے مالک سے یاد کیے ہوئے کے ساتھ اور مالک کے جن قواعد کو وہ جانتے تھے ان کے ساتھ اسے جوابات دیے۔ ان (جوابات) کو "المسائل الاسدیہ" نام دیا جاتا ہے۔ [شمس الدين الذهبي، محمد بن احمد بن عثمان: سير اعلام النبلاء: ١٠/ ٢٢٦، مؤسسة الرسالة، بيروت: ١٩٨٢ء/ ١٤٠٢ھ]

افریقہ واپسی: افریقہ میں اسد کو ریاست وامارت ملی اور لوگوں نے اس سے (علم) اخذ کیا اور اس کی فقہ حاصل کی۔ سحنون بن سعید نے اس

سے علم حاصل کیا۔ پھر سحنون الاسدیہ (مسائل الاسدیہ) لے کے ابن القاسم کے پاس جا پہنچے اور یہ (مسائل اسدیہ) اس پر پیش کیے تو ابن القاسم نے کہا کہ ان میں بہت سی چیزیں ہیں جن میں تبدیلی ضروری ہے۔ اور بہت سی جگہوں کے آپ نے جوابات دیے پھر اسد بن فرات کو لکھ بھیجا کہ اپنی کتب سحنون کی کتب کے مطابق بنا لیجیے۔ تو اس (اسد) نے ایسا نہ کیا اور یہ اس پر گراں گزرا۔ جب یہ بات ابن القاسم کو پہنچی تو آپ نے تکلیف کا اظہار کیا اور فرمایا:

" اللهم لا تبارك في الاسديه ۔"

(اے اللہ! مسائل اسدیہ میں برکت نہ کرنا) یہ مسائل اسدیہ مالکیوں کے ہاں پھینکے ہوئے (یعنی ناقابل عمل) ہیں۔ [نفس المرجع]

قاضی عیاض، ابوزرعہ رازی (م۲۶۴ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ اسد کے یہ سوالات محمد بن الحسن سے پوچھے ہوئے تھے۔ اسد نے کہا کہ میں قول مالک کے قیاس پر عراقیوں کے سوالات میں سے ایک رجسٹر میں رات کے وقت سوالات لکھا کرتا تھا۔ اور یہ سوالات میں اس (محمد بن الحسن) کے پاس لاتا اور ان کے بارے میں اس سے سوالات کرتا۔ بعض دفعہ ہمارا اختلاف ہو جاتا تو ہم ان (مسائل) میں قول مالک کے قیاس پر مناظرہ کرتے، یا تو وہ میرے قول کی طرف رجوع کرتے یا میں ان کے قول کی طرف رجوع کرتا، اسد نے کہا کہ مجھے ابن القاسم نے کہا کہ ''میں دن اور رات میں دو (قرآن) ختم کرتا ہوں، اور میں نے احیاء علم کی رغبت رکھتے ہوئے آپ کے لیے ایک (ختم) کی کمی کر لی ہے۔''

اسد نے کہا کہ جب میں نے افریقہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو ابن القاسم نے اپنا مالک سے سنا ہوا مجھے دے دیا اور مجھے کہا کہ بعض دفعہ میں نے اس حالت میں تجھے جوابات دیے کہ میں کسی اور کام میں مشغول ہوتا تھا لیکن تم اس کتاب میں خوب نظر کرو، اور میرے تم کو دیے ہوئے جوابات میں سے جو اس (کتاب) کے خلاف ہو، اسے ساقط کر دو، اور ان کتب (سماع مالک) میں اہل مصر نے میری طرف رغبت کی ہے اور انھیں مجھ سے لکھ لیا ہے۔ (ابن القاسم نے) کہا کہ یہ ''کتب مدونہ'' ہیں، میں نے ان کو تدوین کیا ہے، اور لوگوں نے ابن القاسم سے یہ کتب اخذ کر لیں۔ [قاضی عیاض: ترتیب المدارک: ۲/ ۴۶۹، ۴۷۰]

ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ ابن القاسم کے پاس مسائل مالک کی تین سو جلدیں موجود تھیں۔ [مرجع سابق]

بہادر سپہ سالار: اسد بن فرات اپنی وسعت علمی کے ساتھ ساتھ بہادر شہسوار اور بڑھ چڑھ کر حملہ کرنے والے تھے۔ صقلیہ کا حکمران ایک لاکھ پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ آپ کی طرف بڑھا۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے اسد کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں جھنڈا تھامے سورۃ یٰسین پڑھ رہا ہے۔ پھر لشکر کے ساتھ حملہ کیا تو دشمن کو شکست سے دو چار کر دیا اور میں نے آپ کی کلائی اور جھنڈے کی لکڑی پر خون بہتا دیکھا۔

[شمس الدین الذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۲۲۷، ۲۲۸]

المغرب کے حکمران نے جب آپ کو جہاد کا کمانڈر بنایا تو کہا:

" قد زدتك الامرة وهي اشرف فانت امير وقاض "

''میں نے آپ کو امارت کا اضافی عہدہ دے دیا اور یہ (عہدہ) بہت عزت والا ہے، آپ امیر بھی ہیں اور قاضی بھی۔''

[نفس المرجع ص: ۲۲۸]

اسد، المغرب کے گورنر زیادۃ اللہ الاغلبی کی طرف سے افواج کے کمانڈر رہے، آپ نے جزیرہ صقلیہ کا ایک شہر فتح کیا اور وہیں ربیع الآخر (۲۱۳ھ) میں آپ کو موت نے آ لیا۔ [نفس المرجع ص: ۲۲۷]

(۲)......ابن القاسم:

نام و نسب: عبدالرحمٰن بن القاسم العتقی، مشہور امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ، اور نام عبدالرحمٰن ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

عبدالرحمٰن بن القاسم بن خالد بن جنادۃ مولی زید بن الحارث العتقی۔ آپ ان عبید (غلاموں) کی طرف منسوب ہیں جو طائف سے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تھے تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

اساتذہ: ابن قاسم نے مالک، لیث، عبدالعزیز بن الماجشون اور مسلم بن خالد زنگی وغیرہم سے روایت کیا ہے، جب کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں اصبغ، سحنون، عیسیٰ بن دینار، حارث بن مسکین، یحییٰ

بن یحییٰ اندلسی ابوزید بن ابی الغمر اور محمد ابن عبدالحکم وغیرہم شامل ہیں۔ آپ سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں تخریج کیا ہے۔ ابن قاسم کا مالک کے پاس تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مثال ایسے برتن کی ہے جو خوشبو سے لبریز ہو۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ابن قاسم مصر کے کبار فقہاء میں سے تھے۔ آپ کم روایت کرنے والے، متقن (مضبوط حافظہ کے مالک) اور عمدہ ضبط رکھنے والے تھے۔ امام مالک سے آپ کے بارے میں اور ابن وہب کے بارے میں پوچھا گیا تو مالک نے فرمایا: ابن وہب عالم اور ابن القاسم فقیہ ہیں۔ [ابن فرحون، ابراہیم بن نورالدین المالکی، الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء مذہب، ص:۲۳۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت:۱۹۹۴ء/۱۴۱۷ھ]

فضل وثقاہت: نسائی نے کہا ابن قاسم، ثقہ صالح شخص ہے۔ سبحان اللہ! آپ کی مالک سے روایت کردہ حدیث کس قدر عمدہ اور کس قدر صحیح ہے۔ آپ کسی ایک کلمہ میں بھی اختلاف نہیں کرتے، کسی شخص نے ابن قاسم سے زیادہ ثابت وصحیح مؤطا، مالک سے روایت نہیں کیا۔ میرے نزدیک اصحاب مالک میں سے کوئی شخص بھی ابن قاسم جیسا نہیں ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ اشہب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو فرمایا: نہ اشہب (اس کا مثل ہے) اور نہ ہی اس کے سوا کوئی اور۔ وہ تو ایک عجوبہ ہے۔ اس کی حدیث میں پایا جانے والا فضل وزہد، صحت روایت، حسن درایت اور حسن حدیث اس کی شہادت دیتا ہے۔ ابن وہب نے ابوثابت سے کہا کہ اگر تو یہ شان یعنی فقہ مالک چاہتا ہے تو ابن قاسم کو لازم پکڑ۔ کیوں کہ وہ اس میں منفرد ہے اور ہم تو اس کے علاوہ اور میں مشغول رہے ہیں۔ اور اسی طریق کے ساتھ قاضی ابومحمد عبدالوہاب نے، ابن قاسم سے سحنون کے المدونہ کے مسائل روایت کرنے کو، ابن قاسم کے مالک کے ساتھ منفرد ہونے اور آپ کے لیے اس کی شہرت کے طویل ہونے اور اس (شہرت) میں سوائے قلیل شے کے کسی اور کے آپ کے ساتھ مخلوط نہ ہونے۔ پھر اسی طریق پر سحنون کے ابن قاسم کے ساتھ ہونے کو، ان دونوں کے صاحب علم وفضل ہونے کے باوجود، قابل ترجیح ٹھہرایا ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نے کہا کہ ابن قاسم، مالک کے علم کو ان سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور اس علم کے سب سے زیادہ امین تھے۔ [نفس المرجع ص:۲۳۹، ۲۴۰]

ابن حارث نے کہا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ مذہب مالک کے ساتھ بیٹھنے والے تھے، اور میں نے شیوخ کو سنا کہ وہ ابن قاسم کو علم بیوع میں آپ کے تمام ساتھیوں پر فضیلت دیتے تھے۔ اور آپ سے مالک نے کہا: اللہ سے ڈریئے اور اس علم کا نشر کرنا اپنے اوپر لازم کیجیے۔ اور حارث بن مسکین نے کہا کہ ابن قاسم میں علم وزہد، سخاوت، شجاعت اور اجابت پائے جاتے تھے۔

احمد بن خالد نے کہا کہ ابن قاسم کے پاس صرف مؤطا اور مالک سے اس کا سماع تھا، ان دونوں (چیزوں) کو آپ خوب یاد رکھے ہوئے تھے مگر اچھی قراءت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ قاری غائب تھا اور قراءت کی ضرورت پیش آئی تو ابن قاسم ایک صفحہ بھی نہ پڑھ سکے کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کسی چیز پر قادر نہ رہے اور کہا کہ کسی کو دیکھو جو تمہارے لیے قراءت کرے۔

اشہب سے ابن قاسم اور ابن وہب کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اگر ابن قاسم کا ایک پاؤں کاٹ دیا جائے تو وہ (پاؤں) ابن وہب سے زیادہ فقیہ ہوگا۔ حالاں کہ اشہب اور ابن قاسم کے درمیان دوری تھی لیکن اس (دوری) نے اسے اس کے بارے میں حق کہنے سے نہیں روکا۔ اشہب کا علم جراح، ابن قاسم کا علم بیوع اور ابن وہب کا علم مناسک تھا۔ جب کہ ابن قاسم فقہ اور ورع کے جامع تھے اور آپ بیس سال مالک کے ساتھ رہے اور آپ سے فقہ اور آپ کے نظریات حاصل کیے۔ [نفس المرجع، ص:۲۴۰]

ابن قاسم کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں کہا گیا کہ جب آپ طلب کا عزم کر لیں، اگر آپ علم سے محبت کرتے ہیں تو عالم آفاق کو لازم پکڑیئے، تو میں نے کہا کہ عالم آفاق کون ہیں؟ تو مجھے کہا گیا وہ مالک ہیں۔

ابن قاسم کو مالک سے تیس کتابوں کا اور ''کتاب المسائل فی بیوع الآجال'' کا سماع حاصل ہے۔ ابن قاسم سلطان (حکمران) کے تحفے

وانعامات قبول نہیں کیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ حکمرانوں کی قربت میں بھلائی نہیں ہے، اور فرمایا کرتے تھے کہ آزاد لوگوں کو غلام بنانے سے پرہیز کرو۔ تو آپ سے سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: بھائیوں کی کثرت کے لیے (ایسا کرنا ناگزیر ہے۔)

ابن قاسم کی وفات: سحنون نے کہا کہ ابن قاسم مصر میں بماہِ صفر ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے اور آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

قبر: آپ کی قبر، قرافہ صغریٰ گیٹ سے باہر اشہب کی قبر کے سامنے ہے اور یہ دونوں قبریں فصیل کے قریب ہیں۔ [نفس المرجع ص: ۲۴۰، ۲۴۱]

(۳)......عبدالسلام ابوسعید سحنون بن سعید:

آپ خالص عرب، اور ملک شام کے شہر حمص کے اصل باشندے ہیں۔ آپ کے والد سعید لشکر حمص میں آئے تھے۔

سحنون آپ کا لقب اور نام عبدالسلام ہے، تیز نگاہ پرندے کے نام پر آپ کو سحنون کا لقب اس لیے دیا گیا کہ آپ مسائل میں تیز تھے۔

[نفس المرجع ص: ۲۶۳]

سحنون نے قیروان کے مشائخ ابوخارجہ، بہلول، علی بن زیاد، ابن ابی حسان، ابن غانم، ابن اشرس، ابن ابی کریمہ اور اس کے بھائی حبیب، معاویہ صمادحی اور ابوزیاد الرعینی سے علم حاصل کیا۔ آپ نے اٹھارہ یا انیس سال کی عمر میں حیاتِ مالک میں طلب علم کی خاطر سفر اختیار کیا۔

[نفس المرجع]

ابوالعرب اور ابن الحارث کے بیان کے مطابق سحنون نے علم کی طلب میں ۱۸۸ھ کے شروع میں سفر کیا اور آپ کے بیٹے کا بیان ہے کہ آپ نے حیاتِ مالک میں ۱۷۸ھ میں مصر کا سفر کیا۔ مالک کی موت کے وقت سحنون اٹھارہ یا انیس برس کے تھے۔ سحنون کا تیونس میں ابن زیاد کی طرف سفر اس وقت ہوا جب ابن بکیر نے مالک کی طرف سفر کیا۔ سحنون نے کہا کہ میں ابن القاسم کے پاس تھا کہ مالک کے جوابات اس پر وارد ہوتے تھے۔ تو آپ سے کہا گیا کہ اس سے سماع کرنے سے آپ کو کس چیز نے روکا؟ فرمایا: درہموں کی قلت نے۔ اور دوسری دفعہ کہا کہ اللہ فقر پر لعنت کرے اگر یہ نہ ہوتا تو میں مالک کو پالیتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو آپ کے دو سفر ہوئے۔ وگرنہ جو آپ کے بیٹے نے کہا وہ زیادہ صحیح ہے۔ [قاضی عیاض: ترتیب المدارک: ۲/۵۸۶، ۵۸۷]

سحنون کے اساتذہ: سحنون بن سعید نے ابن قاسم، ابن وہب، اشہب، طلیب بن کامل، عبداللہ بن عبدالحکم، سفیان بن عیینہ، وکیع، عبدالرحمٰن بن مہدی، حفص بن غیاث، ابوداؤد طیالسی، یزید بن ہارون، ولید بن مسلم، ابن نافع صائغ، معن بن عیسیٰ، ابن الماجشون اور مطرف وغیرہم سے سماع کیا اور آپ ۱۹۱ھ میں افریقہ واپس آئے۔

[ابن فرحون مالکی: الدیباج المذہب، ص: ۲۶۳]

سحنون کہتے ہیں کہ مجھ سے اہل اجدابیہ نے ۱۹۱ھ میں سماع کیا اور اسی سال ابن القاسم فوت ہوئے۔ سحنون نے کہا کہ جب میں ابن القاسم کے پاس پہنچا تو میری عمر پچیس برس تھی اور میں تیس برس کی عمر میں افریقہ واپس آیا، اور سب سے پہلے جس نے مجھ پر قراءت کی وہ عبدالمالک زونان تھے۔ [نفس المرجع ص: ۲۶۳، ۲۶۴]

ذکر کیا جاتا ہے کہ بہلول بن راشد نے علی بن زیاد کو لکھا کہ وہ سحنون کو سماع کرائیں، اور اس سے کہا کہ میں نے تمھیں اس شخص کے بارے میں لکھا ہے جو اللہ کے لیے (علم) طلب کرتا ہے، اور بہلول نے اسے المتعالی الجدری کے عہد میں لکھا تھا۔ تو علی بن زیاد نے سحنون کے جائے قیام کے بارے میں دریافت کیا پھر مؤطا لے کر سحنون کے پاس آئے تاکہ اس کے جائے قیام پر اسے مؤطا کا سماع کرائیں اور سحنون سے کہا کہ بہلول نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ کے لیے طلب کرتے ہیں۔ [قاضی عیاض: ترتیب المدارک: ۲/۵۸۷]

سحنون کے فضائل: بقول ابوالعرب سحنون ثقہ، علم کے حافظ اور بدن کے فقیہ تھے۔ آپ میں عمدہ فقہ، سچی پرہیزگاری، حق میں استقلال رائے، زہد فی الدنیا، لباس وطعام میں سادگی اور سخاوت جیسی خصائل جمع ہوگئی تھیں جو آپ کے سوا کم ہی لوگوں میں جمع ہوئی ہیں۔

[مرجع سابق، ص: ۲۶۴]

سحنون رقیق القلب، بہت آنسو بہانے والے، خشوع کا اظہار کرنے والے، کم بناوٹ کرنے والے، تواضع کرنے والے، عمدہ

اخلاق، اچھے ادب اور قلب سلیم کے مالک تھے۔ آپ اہل بدعت پر سختی کرنے والے تھے۔ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرا کرتے تھے۔[ابن فرحون: الدیباج المذہب، ص:۲۶۴]

آپ سب سے پہلے قاضی تھے جنھوں نے اہل بدعت کے حلقے منتشر کیے اور اہل الاھواء (خواہش پرستوں) کو بھگا دیا جو حلقے باندھ کر بیٹھے ہوتے تھے۔ لوگوں سے مناظرے کیا کرتے، اور اپنے گھٹیا پن کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور آپ نے ان کو لوگوں کی امامت، بچوں کی تعلیم اور مؤذنین کے عہدوں سے معزول کر دیا۔

[قاضی عیاض: ترتیب المدارک:۲/۶۰۰]

ابن حارث کہتے ہیں کہ سحنون نے مالک کے مذہب کو آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ میں دین، عقل، ورع، عفاف اور انقیاض کی فضیلت مجتمع ہو چکی تھی۔ آپ میں اللہ نے مسلمانوں کے لیے برکت کی کہ چہرے آپ کی طرف مائل ہوگئے، دلوں کو آپ سے پیار ہوا، آپ کا زمانہ گویا ایک نیا زمانہ تھا۔ آپ سے پہلے کا سب کچھ (برا کام) مٹ گیا۔ آپ کے ساتھی اہل قیروان کے لیے چراغ بن گئے۔ وہاں کے علماء بیدار ہوگئے، ان کی تالیفات بڑھ گئیں۔ ابن عبدوس قیروان کے فقیہ تھے، ابن غافق وہاں کے عاقل تھے، ابن عمر وہاں کے حافظ تھے، جبلہ وہاں کے زاہد تھے، حمدیس سنت میں سب سے مضبوط اور بدعت کے سب سے زیادہ دشمن تھے، سعید بن حداد وہاں کے فصیح ترجمان تھے، ابن مسکین سب سے زیادہ کتب اور حدیث روایت کرنے والے اور وقار و صیانت میں سب سے مضبوط تھے۔ یہ ساری صفات انہی کے وقت میں مقصود تھیں۔ [مرجع سابق]

اشہب سے سوال ہوا کہ المغرب سے تمہارے پاس کون شخص آیا؟ اس نے کہا: سحنون، اشہب سے کہا گیا: تو اسد؟ (کے بارے میں کیا خیال ہے؟) اشہب نے کہا کہ اللہ کی قسم! سحنون ننانوے دفعہ اس سے زیادہ فقیہ ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ المغرب سے سحنون جیسا ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔

ابن قاسم نے کہا کہ افریقہ سے سحنون جیسا ہمارے پاس کوئی شخص نہیں آیا۔ ابوزید بن ابی الغمر نے کہا کہ ہمارے پاس سحنون سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں آیا۔ البتہ اس سے لمبی زبان والے (خطیب) یعنی ابن حبیب ضرور آئے۔ یونس بن عبدالاعلیٰ نے کہا کہ سحنون اہل مغرب کے سردار تھے تو حمدیس نے اس سے کہا: کیا وہ اہل مشرق و مغرب کے سردار نہیں تھے؟ [ابن فرحون: الدیباج المذہب، ص:۲۶۴]

سحنون نے ابن وہب سے اس کے مغازی اجازۃً اخذ کیے۔ سحنون کو علم سینے میں ایسے محفوظ تھا جیسے قرآن کی کوئی سورۃ یاد ہو، سحنون نے خود بیان کیا کہ میں نے یہ کتب یاد کیں حتی کہ یہ میرے سینے میں ایسے محفوظ ہو گئیں جیسے ام القرآن ہے۔ ابن القاسم نے کہا کہ سحنون کو سب سے زیادہ ان کتب کی سعادت حاصل ہوئی۔ ابن وضاح نے کہا کہ سحنون انتیس سماع روایت کرتے تھے۔ اور میں نے مشرق میں سحنون جیسا فقیہ نہیں دیکھا۔ [نفس المرجع]

عیسیٰ بن مسکین کا بیان ہے کہ سحنون اس امت کے زاہد ہیں، مالک اور سحنون کے درمیان سحنون سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں تھا۔ اور بعض نے کہا کہ میں نے سحنون سے زیادہ بارعب کوئی نہیں دیکھا۔ شیرازی کا بیان ہے المغرب میں علم کی ریاست آپ پر ختم ہوگئی اور المغرب میں اس کے قول پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ سحنون نے المدونۃ تصنیف کی جس پر اہل قیروان اعتماد کرتے ہیں اور آپ کو وہ کچھ حاصل ہوا جو اصحابِ مالک میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہوا اور آپ ہی سے علم مالک المغرب میں پھلا پھولا اور عام ہوا۔ [نفس المرجع، ص:۲۶۵]

ابوعلی بن البصیر نے کہا کہ سحنون اپنے زمانہ کے فقیہ، اپنے عہد کے شیخ اور اپنے وقت کے عالم تھے۔ ابن حارث نے کہا کہ سحنون تمام لوگوں سے افضل ساتھی، تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند ساتھی، اور تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ ساتھی تھے۔ یہ صفات سحنون کی صفات تھیں جو آپ کے اصحاب ﷺ نے (بھی) اپنے اندر پیدا کیں۔ [نفس المرجع]

سلیمان بن سالم کہتے ہیں کہ میں مصر میں داخل ہوا تو وہاں وافر علماء عبدالحکم، حارث بن مسکین، ابوطاہر، ابواسحاق اور البرقی وغیرہم دیکھے۔ مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں ابوالمصعب اور فروی تھے۔ مکہ میں

داخل ہوا اور وہاں تیرہ محدث تھے، ان کے علاوہ دیگر شہروں میں داخل ہوا، وہاں کے علماء اور محدثین سے ملا تو مجھے سحنون جیسا اور ان کے بیٹے جیسا کوئی نظر نہیں آیا۔ [نفس المرجع]

سحنون فرماتے تھے کہ میرے ہاں گھر میں سفیان بن عیینہ سے دو سال کا سماع موجود ہے۔ [قاضی عیاض: ترتیب المدارک: ۲/۵۹۰]

ابن حارث نے کہا کہ سحنون کے گھر میں تقریباً ایک سو تیس سال سحنون اور آپ کے بھائی کے طلب علم کے آغاز سے آپ کے پوتے محمد بن محمد بن سحنون کی وفات تک سیادت رہی۔ [مرجع سابق، ص: ۲۶۸]

خواب اور اس کی تعبیر: عبدالملک بن خشاب اندلسی جو ثقہ تھے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو راستہ میں چلتے ہوئے دیکھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہیں اور مالک عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہیں اور سحنون مالک رحمہ اللہ کے پیچھے ہیں۔ ابن وضاح کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر سحنون سے کیا تو وہ اس سے خوش ہوئے۔

[ابن فرحون: الدیباج المذہب، ص: ۲۶۷]

عہدۂ قضاء: سحنون ۷۶ سال کی عمر میں ۲۳۴ھ میں افریقہ کے عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے اور موت تک قاضی رہے۔

ابوالعرب کہتے ہیں کہ جب ابن ابی الجواد (عہدۂ قضاء) سے معزول کیے گئے تو سحنون نے دعا کی:

"اللھم ولّ ھذہ الامة خیرھا واعدلھا۔"

''اے اللہ اس امت کا والی اس کے بہترین اور عادل ترین کو بنا دیجیے۔'' تو اس (ابن ابی جواد) کے بعد آپ ہی والی (قاضی) بنے۔

[قاضی عیاض: ترتیب المدارک: ۲/۵۹۵]

عریب کاتب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ ایک دن سحنون ابن ابی الجواد کے پاس سے گزرے تو اس سے فاصلہ سے گزرے اور دعا کی:

"اللھم لا تمتنی حتی اراہ بین یدی قاض عدل یحکم فیه بالحق۔"

''اے اللہ! مجھے تب تک نہ مارنا جب تک میں اسے کسی عادل قاضی کے سامنے نہ دیکھ لوں جو اس میں حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔'' تو وہ معزول کر دیا گیا اور سحنون کو والی بنا دیا گیا تو آپ نے اس کا احتساب کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ سحنون کی دعا قبول ہوگئی۔

جب محمد بن اغلب نے سحنون کو والی بنانا چاہا تو مشاورت کے لیے فقہاء کو جمع کیا تو سحنون نے سلیمان بن عمران کا مشورہ دیا اور سلیمان نے سحنون کا، ان کے علاوہ اوروں نے سلیمان کا مشورہ دیا۔ تو سب اکیلے اکیلے اندر بلائے گئے تو انھوں نے پہلے کی سی بات کی، اور یہ اس لیے وہاں کے اکثر فقہاء کوفیوں کی رائے رکھتے تھے اور سلیمان بھی انہی کی رائے رکھتے تھے۔ سلیمان کہتے ہیں کہ مجھے خیال تک نہیں تھا کہ (محمد بن اغلب) سحنون کے بارے میں مشورہ لیں گے۔ میں نے حج کیا، تو اہل مصر کو دیکھا کہ وہ آپ کو اپنے درمیان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور سحنون کے زندہ ہوتے ہوئے کسی شخص کو قضاء کا مستحق نہیں سمجھتے۔ محمد بن اغلب نے سحنون کو پیغام بھیجا کہ میں اپنی رعیت کے قضاء کے لیے آپ کو کافی سمجھتا ہوں، سحنون نے ابن اغلب کو جواب دیا: اللہ امیر المومنین کو اچھے کاموں کی توفیق دے۔ میں اس عہدہ کی طاقت نہیں رکھتا میں آپ کو قوی تر کے بارے میں بتاتا ہوں، وہ سلیمان بن عمران ہے۔

[نفس المرجع: ۲/۵۹۵، ۵۹۶]

سحنون کے بیٹے محمد کا بیان ہے کہ ایک سال تک آپ کو یہ عہدہ پیش کیا جاتا رہا، اور آپ پر بہت سختی کی گئی اور محمد بن اغلب نے آپ پر بہت سخت ترین قسم یعنی ایمان کی قسم ڈالی تو آپ نے بروز سوموار تین رمضان ۲۳۴ھ کو عہدہ قضاء سنبھالا۔ [نفس المرجع، ص: ۵۹۶]

جب آپ عہدۂ قضاء پر متمکن ہوئے تو اپنی بیٹی خدیجہ کے پاس آئے، جو کہ بہترین عورتوں میں سے تھیں، اس نے کہا آج تیرے باپ کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا، تب لوگوں کو آپ کے قاضی بننے کا علم ہوا۔ [ابن فرحون: الدیباج المذہب، ص: ۲۶۵]

دورِ ابتلاء اور وفات: بہت سے علمائے اشراف نے بیان کیا کہ سحنون ایک جنازہ میں شریک ہوئے تو ابن ابی زیادہ جو آپ سے پہلے قاضی تھے اور کوفیوں کی رائے رکھتے تھے اور قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے، انھوں نے جنازہ پڑھایا۔ سحنون واپس آ گئے اور ان کے پیچھے

نماز جنازہ نہ پڑھی۔ تو یہ بات امیر زیاداللہ کو پہنچی اس نے آپ کو قیروان کے عامل کے سامنے پیش کرنے اور آپ کو پانچ سو کوڑے مارنے اور آپ کی داڑھی اور سر مونڈھنے کا حکم دیا۔ یہ بات اس کے وزیر علی بن حمید کو پہنچی تو وزیر نے سزا روکنے کا حکم دیا، اور لطف ومہربانی کرتے ہوئے قیلولہ کے وقت امیر کے پاس گیا لیکن امیر محو خواب تھا۔ اس سے کہا کہ فلاں فلاں معاملہ میں مجھے کیا چیز پہنچی ہے؟ کہا ایسا نہ کیجیے! بلاشبہ عکی، بہلول بن راشد ☆ کو کوڑے مارنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوا۔ امیر نے ہاں کہہ دیا، میں نے امیر پر شفقت کرتے ہوئے قاصد کو روک لیا، اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنا حکم نافذ نہیں کیا۔

[نفس المرجع:۲/۲۰۹]

سحنون ۱۶۰ھ یا ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ ابوبکر مالکی کہتے ہیں کہ جب سحنون فوت ہوئے، آپ کی موت پر قیروان لرز اٹھا۔ لوگ آپ کی موت پر غمگین ومحزون ہوئے۔ سلیمان بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے سحنون کی موت کے دن مشائخ اہل اندلس کو روتے ہوئے اور اپنے رخسار پیٹتے ہوئے دیکھا۔ [نفس المرجع ص:۲/۲۴۴]

سحنون بن سعید، اسد بن فرات اور ابن قاسم کے مندرجہ بالا حالات زندگی پڑھ کر ''المدونہ'' کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

مزید وضاحت کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ان مدونة ابن القاسم اصلها مسائل اسد بن الفرات التی فرعها اهل العراق ثم سأل عنها اسد ابن القاسم، فاجابه بالنقل عن مالك وتارة بالقياس على قوله، ثم اصلها فی رواية سحنون فلهذا يقع فی كلام ابن القاسم طائفة من الميل الى اقوال اهل العراق وان لم يكن ذلك من اصول اهل المدينة ـ" [ابن تيمية، احمد بن عبدالحليم، مجموع فتاویٰ شيخ الاسلام: ۲۰/ ۳۲۷، دار عالم الكتب، الرياض: ۱۹۹۱ء/ ۱۴۱۲ھ]

''ابن قاسم (م ۱۹۱ھ) کی مدونہ کا اصل اسد بن فرات کے وہ مسائل ہیں جن سے اہل عراق نے فروعات کا استنباط کیا۔ پھر ان مسائل سے متعلق اسد بن فرات نے ابن القاسم سے سوالات کیے، تو ابن القاسم نے اسے مالک سے منقول (جوابات) کے ساتھ اور بعض اوقات مالک کے قول پر قیاس کے ساتھ جوابات دیے۔ پھر ایک روایت میں سحنون نے ان (مسائل) کو اصل قرار دیا، اسی لیے ابن القاسم کے کلام کے ایک حصہ میں اہل عراق کے اقوال کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اہل مدینہ کے اصول میں سے نہیں ہے۔''

موجودہ دور کے عظیم سکالر احمد امین لکھتے ہیں:

" فالمدونة كما ترى متأثرة بالعراقيين فی تفريع المسائل و توليدها، وبالحجازيين فی تطبيق مذهب مالك عليها ـ " [احمد امين: ضحى الاسلام: ۲/ ۲۱۶، مكتبة التهضة لمصرية بالقاهرة: ۱۹۲۵ء/ ۱۳۴۳ھ]

''المدونہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں مسائل کی تولید وتفریع کرنے میں عراقیوں سے اور ان (مسائل) پر مذہب مالک منطبق کرنے میں حجازیوں سے متاثر ہوئی۔''

اور مزید لکھتے ہیں:

" انما هی مجمع لفتاوی مالك فی مسائل واجتهاد من تلاميذهٖ وتلاميذِ تلاميذهٖ فی وضع احكام لمسائل على قواعده ومبادئه ـ "

[نفس المرجع]

''یہ (کتاب) مسائل (حل کرنے) میں امام مالک کے

☆ بہلول بن راشد (م ۱۸۳ھ) کو قیروان کے امیر العکی نے آزمائش میں ڈالا اور کوڑوں سے پٹوایا۔ انقلاب زمانہ دیکھئے کہ عنقریب عکی برے طریقے سے معزول ہوا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔ [نفس المرجع ص:۳۳۷، ۳۳۸]

جوابات کا مجموعہ ہے اور امام مالک کے قواعد ومبادی کے مطابق مسائل کے (حل) کے لیے احکام وضع کرنے میں امام مالک کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے اجتہادات ہیں۔''

البتہ سحنون بن سعید نے کہیں کہیں مسائل کے جوابات کی تائید میں بطور حجت احادیث وآثار کا ذکر کیا ہے۔ [نفس المرجع]

المدونہ پر مختلف نوعیت کے کام:

①...... ''مسائل المدونۃ'': یہ کتاب عبداللہ بن عبدالحکیم بن اعین (م۲۱۴ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب چھتیس ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔

[ابن فرحون مالکی: الدیباج المذہب، ص:۲۱۷، ۲۱۸]

②...... محمد بن ابراہیم بن عبدوس بن بشیر (م۲۶۰ھ) نے ''کتاب التفاسیر'' لکھی، یہ کئی کتابیں ہیں۔ آپ نے اس میں علم کے اصولوں کی وضاحت کی، جیسے: تفسیر کتاب المرابحة، والمواضعة اور کتاب الشفعة اور اس کے چار اجزاء ہیں جو کتب مدونہ کے مسائل کی شرح میں ہیں۔ [نفس المرجع، ص:۳۳۵، ۳۳۶]

③...... حمدیس بن ابراہیم بن ابی محرز لخمی (م۲۹۹ھ) نے المدونۃ کے اختصار میں فقہ کی مشہور کتاب لکھی۔ [نفس المرجع، ص:۱۷۸]

④...... محمد بن یحییٰ بن لبابۃ ابوعبداللہ (م۳۳۶ھ) جو البرجون کے لقب سے ملقب ہیں نے ''المنتخب'' لکھی۔ ابن حازم فارسی کہتے ہیں کہ آپ کی ''المنتخب'' جیسی ہمارے اصحاب میں سے کسی نے نہیں لکھی اور یہ کتاب مسائل مدونہ کی شرح کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

[نفس المرجع، ص:۳۴۸]

⑤...... محمد بن عبداللہ بن عیشون ابوعبداللہ (م۳۴۱ھ) نے ''المدونۃ'' کا (اس کی کتب مختلطہ کے سوا کا) اختصار لکھا۔

[نفس المرجع، ص:۳۵۰، ۳۵۱]

⑥...... محمد بن رباح بن صاعد الاموی ابوعبداللہ (م۳۵۸ھ) نے ''المدونۃ'' کا اختصار لکھا۔ [نفس المرجع، ص:۳۵۱]

⑦...... اسماعیل بن اسحاق بن ابراہیم القیسی ثم المصری (م۳۸۴ھ) نے ''المدونۃ'' کا اختصار لکھا۔ [نفس المرجع، ص:۱۵۵]

⑧، ⑨...... عبداللہ ابومحمد بن ابی زید (م۳۸۶ھ) نے سو سے زائد اجزاء پر مشتمل کتاب ''النوادر الزیادات علی المدونۃ'' تالیف کی اور دوسری ''مختصر المدونۃ'' تالیف کی۔ تفقہ میں آپ کی ان دونوں کتابوں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ [نفس المرجع، ص:۲۲۲، ۲۲۳]

⑩...... محمد ابوعبداللہ بن عبداللہ بن عیسیٰ بن ابی زمنین (م۴۲۸ھ) فخر غرناطہ کبار محدثین اور راسخ علماء میں سے ہیں۔ آپ بہترین مؤلف تھے۔ آپ کی کتب میں سے ایک ''المغرب'' ہے جو المدونہ، اس کے مشکل کی شرح، اس کے لفظ کی تلاش کے ساتھ ساتھ اس کے نکات میں تفقہ اور اس (المدونہ) کی روایت کو آپ کے ضبط کرنے کے بارے میں ہے۔ بالاتفاق اس (المدونۃ) کے مختصرات میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں ہے۔ [نفس المرجع، ص:۳۶۵]

⑪، ⑫...... البرذاعی ابوسعید خلف بن ابی القاسم ابوالقاسم الازدی (م۴۳۰ھ) مذہب مالک کے حفاظ ابومحمد بن ابی زید اور ابوالحسن القابسی کے کبار اصحاب (بڑے شاگردوں) میں سے تھے۔ آپ سے اس (مذہب) میں بہت سی تالیفات کی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب المدونۃ کے اختصار میں ''التہذیب'' ہے۔ آپ نے اس میں ابومحمد کے اختصار کے طریقہ کی پیروی کی ہے، مگر اسے المدونہ کے نسق پر چلایا ہے۔ اور ابومحمد نے جو زیادات کی تھیں انھیں حذف کر دیا ہے۔ اور اس کتاب کی برکت فقہ کے طلبہ پر ظاہر ہوئی، انھوں نے اس کی دراست وحفظ کو خوب بلند کیا، اور مغرب واندلس میں لوگوں کا اسی پر اعتماد ہے۔

②...... آپ کی تالیفات میں دوسری کتاب ''التمهيد لمسائل المدونة'' ہے۔ جس میں ابومحمد کے اختصار اور اس کے زیادات کے وصف کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ابن فرحون کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جن فقہاء سے مکاشفہ کیا ان میں سے بعض نے میرے پاس ذکر کیا کہ البراذعی نے جب ''التمهيد'' مکمل کر لی تو بعض طلبہ آپ کے پاس آئے تاکہ اس کتاب کا آپ سے سماع کریں۔ جب طالب علم نے الصدر (شروع حصہ) کی قراءت مکمل کی تو اس نے اپنی کتاب بند کر دی۔ البراذعی نے اسے کہا کہ پڑھیے! تو اس نے کہا کہ میں نے یہ

ابومحمد کو پڑھ کر سنائی ہوئی ہے اور کہا کہ کیا آپ نے المختصر میں الصدر پر کچھ اضافہ کیا ہے؟

③......البراذعی کی اس موضوع پر تیسری تالیف "الشــرح والتمــامات لمسائل المدونة" ہے، جس میں آپ نے مسائل پر اس کے متاخرین شیوخ کا کلام شامل کیا ہے۔ [نفس المرجع ص:۱۸۲]

⑬......"شرح المدونة" یہ کتاب قاضی ابومحمد بن عبدالوہاب بن نصر بغدادی مالکی (م۴۲۲ھ) کی تالیف ہے۔

[نفس المرجع ص:۲۶۱،۲۶۲]

⑭......"اختصار المدونة" جو "الملخص" کے نام سے موسوم ہے۔ یہ عبدالرحمٰن ابوالقاسم بن محمد الحضرمی اللبیدی (م۴۴۰ھ) کی تالیف ہے۔ [نفس المرجع ص:۲۴۸،۲۴۹]

⑮......محمد ابوبکر بن عبداللہ بن یونس، تمیمی صقلی (م۴۵۱ھ) نے "المــدونة" کے لیے ایک جامع کتاب تالیف کی جس کے ساتھ آپ نے اس (المدونۃ) کے سوا امہات (کتب) کا اضافہ کیا، مذاکرہ کے لیے علم کے طالبین اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ [نفس المرجع ص:۳۶۹،۳۷۰]

⑯،⑰......"النـكـت والفروق" یہ مسائل مدونہ کے لیے لکھی گئی ہے، اس کے مؤلف عبدالحق بن محمد بن ہارون السلمی القرشی ابومحمد (م۴۶۶ھ) ہیں۔ مؤلف کی یہ پہلی تالیف ہے۔ حذاق طلبہ کے لیے مفید ہے، اور اس موضوع پر آپ کی دوسری کتاب "الــجـزء فـی بسط الفاظ المدونة" ہے۔ [نفس المرجع ص:۲۷۵]

⑱......"التبصرة" یہ المدونۃ پر ایک بڑی تعلیق ہے۔ اس کے مؤلف علی ابوالحسن بن محمد الربعی، المعروف باللخمی (م۴۷۸ھ) ہیں۔ مؤلف نے اس تعلیق کا نام "التبصرة" رکھا ہے۔

[نفس المرجع ص:۲۹۸]

⑲،⑳......"المـهـذب فی اختصار المدونة" یہ کتاب قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث، الباجی (م۴۹۴ھ) کی تالیف ہے۔ آپ نے اس کے علاوہ اس موضوع پر دو اور کتابیں "شـرح الـمدونة" اور "مـخـتـصـر الـمـخـتـصر فی مسائل المدونة" لکھی ہیں۔ [نفس المرجع ص:۱۹۷،۲۰۰]

㉑......"الـطـراز" یہ کتاب "الـمدونة" کی شرح میں ہے۔ اس کے مؤلف سند بن عنان بن ابراہیم بن حریز بن حسین ابن خلف الازدی (م۵۴۱ھ) ہیں۔ آپ نے یہ کتاب تقریباً تیس بڑے اجزاء میں لکھی لیکن آپ اس کی تکمیل سے پہلے وفات پا گئے۔

[نفس المرجع ص:۲۰۷]

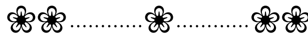
㉒......"الشرح للمدونة" یہ کتاب عامر بن محمد بن عامر بن خلف بن مرجا الانصاری (م۵۶۹ھ) کی تالیف ہے۔

[نفس المرجع ص:۳۰۹،۳۱۰]

㉓......"اختـصـار جامع ابن یونس شرح المدونة" یہ کتاب ابن یونس کی جامع شرح المدونہ کا اختصار ہے۔ اس کے مؤلف عیسیٰ ابوالروح بن مسعود بن المنصور بن یحییٰ زواوی مالکی (م۷۴۳ھ) ہیں۔ [نفس المرجع ص:۲۸۳]

㉔......خلیل بن اسحاق الجندی (م۷۴۹ھ) نے "المدونۃ" پر ایک شرح تحریر کی جسے وہ مکمل نہ کر سکے۔ آپ نے یہ شرح کتاب الزکوٰۃ کے اواخر تک لکھی ہے۔ [نفس المرجع ص:۱۸۶]

المدونۃ الکبریٰ پر علماء کے اس قدر توجہ دینے سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔



سیر وسوانح

مولانا محمد اسحٰق ملتانی رحمہ اللہ

حکیم مدثر محمد خاں رانا

مولانا محمد اسحاق ۱۹۲۵ء کے پس وپیش موضع پٹی (سابق ضلع لاہور موجودہ ضلع امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مہر دین، دادا کا مولا بخش اور پردادا کا عبداللہ تھا۔ عبداللہ اس خاندان کے پہلے فرد تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا محمد اسحاق کی ولادت کے بعد ان کے والد موضع پٹی سے ترک سکونت کر کے اوکاڑا کے نواحی گاؤں چک نمبر ۱۱ محمد غوث میں مقیم ہو گئے تھے۔ انھوں نے مقامی سکول سے پرائمری کا امتحان پاس کیا اور اوکاڑہ کے قاضی محمد رمضان سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد صوفی محمد عبداللہ اور قاضی محمد رمضان کے مشورے سے ان کو میاں محمد باقر کے مدرسہ خادم القرآن جھوک دادو طور میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں انھوں نے ابتدائی دینی تعلیم پائی۔ حافظ محمد زکریا، مولانا محمد حمزہ، مولانا امام الدین اور حافظ محمد یحییٰ شرق پوری اس زمانے میں یہاں زیر تعلیم تھے۔ ایک سال کے بعد ان کو خانگی حالات کی بناء پر واپس گھر جانا پڑا۔

کچھ عرصے بعد مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا میں داخل کرا دیے گئے۔ یہاں انھوں نے پانچ سال تک حافظ محمد اسحاق حسین خانوالوی اور حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ مولانا محمد صادق خلیل، مولانا محمد رفیق رحمانی اور مولانا عبدالصمد رؤف ان کے ہم سبق تھے۔ یہاں سنن ابی داؤد تک کتب حدیث کی تکمیل کر چکے تھے کہ واپس گھر چلے گئے اور ایک قریبی گاؤں چک نمبر ۱۲ طوراں میں مولانا عبداللہ لائل پوری سے درس نظامی کی انتہائی کتب جن میں صحیحین اور تفسیر جامع البیان شامل ہیں، کی تکمیل کی۔

مولانا محمد اسحاق مغرب کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مغرب کے بعد، عشاء کے بعد، فجر سے پہلے اور فجر کے بعد، یہ چار اوقات ہیں جن میں وہ ان سے حصولِ علم کرتے اور دن کے وقت اپنے گاؤں کے حکیم احمد دین مرحوم اور حکیم لالہ رام سے طب کی تعلیم حاصل کرتے۔ حکیم لالہ رام اپنے اس شاگرد کا عالم دین ہونے کی وجہ سے بہت احترام کرتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل ہی وہ دینی اور طب کی درسی تعلیم مکمل کر چکے تھے۔ طب میں انھوں نے ''حکیم حاذق'' کی سند حاصل کی اور ۱۹۶۶ء میں بطور طبیب حکومت پاکستان سے رجسٹرڈ ہوئے، یعنی رجسٹرڈ یونانی میڈیک پریکٹیشنر۔

فراغت تعلیم کے بعد گزر اوقات کے لیے طبابت کا پیشہ اختیار کیا اور اپنے گاؤں کی مسجد میں جمعہ و جماعت کا ذمہ لیا اور بچوں کو قرآنِ مجید اور دیگر چھوٹی موٹی دینی کتابیں پڑھانے لگے۔ صبح کو درس قرآن بھی دینے لگے۔ القصہ انھوں نے گاؤں کے بہت سے بچوں کو پڑھایا اور لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی۔

۱۹۵۲ء میں انھوں نے ملتان میں اقامت اختیار کر لی اور اسی نسبت سے ملتانی مشہور ہوئے۔ یہاں بھی انھوں نے دینی خدمات سرانجام دیں۔ محلے کے بچوں کو قرآنِ مجید پڑھاتے، دعائیں اور نماز سکھاتے اور دین اسلام سے متعلق بعض چھوٹی بڑی کتابیں پڑھاتے رہے۔ جامع مسجد مبارک ڈوگراں والی بیرون دہلی گیٹ اور جامع مسجد قدس بیرون دہلی گیٹ ملتان میں ایک عرصے تک خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

۸۵۔۱۹۸۴ء میں مکہ بلاک پیر محل کی مسجد اہل حدیث میں امامت وخطابت کا فریضہ سرانجام دیا اور کچھ عرصہ 172/9-L کی مسجد اہل

حدیث میں یہ خدمات انجام دیں۔

ملتان میں ان کے والد مہر دین نے کریانے کی دکان کھول لی تھی اور یہ خود طبابت بھی کرتے تھے اور پنسار کی دکان بھی چلاتے تھے۔ ان کا مطب اورنگزیب روڈ بیرون دہلی گیٹ میں تھا۔ مہر دین ہر ماہ ایک یا دو مرتبہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے اوڈاں والا تشریف لاتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۷۲ء کے مارچ میں وفات پائی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ ان کی وفات پر پندرہ دن ملتان میں مقیم رہے۔

ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ملتان تشریف لے گئے۔ ایک طالب علم ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے مہر دین سے کہا کہ یہ طالب علم اس سال اپنی تعلیم مکمل کرلے گا۔ آپ اسے اس کے حسب منشا ''مسدی'' لے کر دیں۔ مہر دین نے اسے مسدی لے کر دے دی اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ آج کے بعد جتنے بھی طلباء فارغ التحصیل ہوں گے ان کو ہم دستاریں دیا کریں گے۔ میرے بعد میری اولاد دے گی۔ علماء کو دستاریں اور حفاظ کورومال۔

ان کے بعد مولانا محمد اسحاق نے یہ خدمت جاری رکھی اب ان کے صاحب زادے یہ فریضہ نبھا رہے ہیں۔

مولانا موصوف اوران کے والد محترم دونوں اپنی سال بھر کی کمائی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کرتے، وہ جس قدر چاہتے دارالعلوم تعلیم الاسلام کے لیے لے لیتے اور باقی ان کے خرچ اخراجات کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ مولانا کی والدہ محترمہ بھی نیک اطوار خاتون تھیں۔ وہ جب آٹا گوندھتی، ایک مٹھی آٹا علیحدہ رکھ لیتیں۔ ایک ماہ بعد وہ آٹا صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت دارالعلوم کے طلبا کے لیے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو دے دی جاتی تھی۔

۱۹۸۰ء کے قریب مولانا محمد اسحاق ملتانی نے طبابت ترک کردی تھی اور ہمہ وقت دین اسلام کی خدمت کے لیے مستعد ہوگئے تھے۔ اس دوران اوراد ووظائف کی طرف ان کا رجحان زیادہ ہوگیا تھا، جو ان کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتائے تھے۔

انھوں نے ۱۹ مارچ ۲۰۰۷ء کو ملتان میں وفات پائی۔

اللهم ادخله الجنة الفردوس ۔

❀❀............❀............❀❀

رشتوں کے خواہش مند

شرفاء گھرانوں سے سگھڑ اور ہونہار بیٹیوں کے لیے ہم پلہ رشتے درکار ہیں۔

① ......بیٹی عمر ۲۴ سال، ایم۔اے انگلش لیکچرار (لاہور)
② ......بیٹی عمر ۲۸ سال، ایم۔اے ہسٹری، سینئر ٹیچر (لاہور)
③ ......بیٹی عمر ۳۰ سال، ایم۔اے فزیکل ایجوکیشن (لاہور
④ ......بیٹی عمر ۲۹ سال، ایم۔ایس۔سی کیمسٹری (فیصل آباد)
⑤ ......بیٹی عمر ۲۲ سال، ایم۔ایس۔سی (لاہور)
⑥ ......بیٹی عمر ۳۵ سال، تعلیم ایم۔اے (لاہور)

رابطہ: شیخ عمر فاروق، 15/B وحدت کالونی لاہور

فون: 7585960۔ بعد مغرب تا عشاء خدمت لوجہ اللہ

قاضی محمد عبداللہ بن قاضی عبدالرحیم کے لیے دعائے صحت

اہل حدیث دارالمطالعہ اردو بازار گوجراں والا کے سابق انچارج اور گوجراں والا کی اہم دینی شخصیت قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ کے بیٹے جناب قاضی محمد عبداللہ شدید علیل ہیں۔

احباب موصوف کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمائیں۔

اللهم اشفه شفاءً كاملاً عاجلاً ۔

[عطاء اسلام بن مولانا محمد یوسف گکھڑوی، اردو بازار گوجراں والا]

ماسٹر خالد محمود (اوکاڑا) کی وفات

ماسٹر خالد محمود المعروف ماموں خالد (ناظم مدرسہ تعلیم الصالحات محلّہ دارالسلام اوکاڑا) ۲۵ مئی ۲۰۰۹ء مختصر علالت کے بعد حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے دورِ امارت میں شبان اہل حدیث کے رکن تھے۔ مصری شاہ لاہور کی مسجد عزیز میں رہتے تھے۔ طلبہ وطالبات میں ہر دلعزیز تھے۔ بچے اور بچیاں انھیں ماموں خالد کہہ کر پکارتے تھے۔

معمولی علیل ہوئے اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ کچھ وصیتیں بھی کیں۔ مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں مولانا عبدالرشید ہزاروی، مولانا عبداللہ اصغر، مولانا عبدالغفار اعوان ودیگر علمائے کرام وطلبائے کرام نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث وامیر مرکزی جمعیت اوکاڑا]

اہم اعلان

انٹرنیشنل اسلام یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلے شروع ہیں جس کے لیے اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے تین روزہ تیاری کیمپ کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ جس کی تاریخ کا اعلان جلد کردیا جائے گا۔ مزید معلومات کے لیے نیچے دیے گئے نمبروں پر رابطہ کریں:

حافظ محمد عاصم 0313-6599500
تحسین سرور بٹ 0321-7139026
قاری سعید الرحمٰن 0300-4796239
عبدالوحید فاروقی 0333-8271084
سرور شاہین 0333-7470952
سید آصف شاہ بخاری 0321-4938171
محمد اصغر 0333-5317372
حافظ خلیل الرحمٰن 0301-7104306

[حافظ سیف اللہ طیب، صدر اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد]

❀❀..........❀..........❀❀

دُعا

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے ، جو رُوح کو تڑپا دے

پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے ، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اَوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر
خودداریٔ ساحل دے ، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبت ہو ، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر ، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں ، محتاج کو ، داتا دے!

[ڈاکٹر علامہ محمد اقبال]